زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

- ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے۔ یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے۔ خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنھوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چند روزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہو گئی۔
- آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسب حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔
- ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین وفطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے۔ کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ **"دقائقِ اسلام"** کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بر وقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کے لیے:

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا ○ فون 0301-6702646

جلد ۱۵ — جولائی ۲۰۱۱ء — شمارہ ۷

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ : ملک ممتاز حسین اعوان

مدیر : گلزار حسین محمدی

پبلشر : ملک ممتاز حسین اعوان

مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰

مقام اشاعت : جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ : الخطاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون : 048-3021536

زر تعاون 300 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

تطہیر منبر

مجالس عزا سید الشہداء علیہ السلام باعث نجات اخروی اور دنیاوی برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں، شہدائے کربلا کی یاد قلوب کی تازگی کا سبب ہے، عزاداری سید الشہداء شیعہ قوم کی حیات اور ان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے، علوم و معارف کی ترقی اور ترویج کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، دنیا کی کسی قوم کو ایسے مواقع میسر نہیں ہیں جو عزاداران امام حسین علیہ السلام کو میسر ہیں، اگر تحقیقی جائزہ لیا جائے تو ہماری یہ مجالس عزا اپنا حقیقی مقام کھو چکی ہیں جو منبر حسینی قرآن و حدیث اور علمی مباحث کا مرکز تھا اب ان پڑھ اور بدعمل لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ دقائق اسلام کے صفحات پر بار بار یہ صدا بلند کی گئی ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل منبر کی تطہیر ہے، آج کل اکثر لوگ بدعقیدگی، بدعملی اور بدنظمی کا شکار ہے۔ اس کی بڑی وجہ اہل منبر کی خرابی ہے، اہل علم اور اہل تقویٰ کی بجائے ان پڑھ اور بے دین لوگ منبر حسینی پر براجمان ہیں۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

قوم شیعہ جس انتشار اور خلفشار سے دوچار ہے انہی تاجران خون حسینؑ کی بدولت رسوا اور پسماندہ ہے، نا اہل لوگ علی الاعلان اسلام کے اصول و عقائد اور اعمال کی توہین کرتے نظر آتے ہیں، قوم کی اکثریت انہیں داد تحسین دیتی نظر آتی ہے، عزاداری کے دوران اوقات نماز کا خیال نہیں رکھا جاتا، دوران مجالس نماز کا وقفہ نہیں ہوتا۔ یہ سب ان ذاکرین و واعظین کی خطابت کا نتیجہ ہے جو نماز اور عبادات کا مذاق اڑاتے ہیں، قوم کے افراد جو سینہ کوبی، زنجیر زنی اور سڑکوں پر خون بہاتے ہیں، دن رات جاگ کر عزاداری کرتے ہیں، روتے اور رلاتے ہیں، انھیں اگر نماز اور احکام شریعت کی پابندی کی بھی تلقین کی جاتی تو وہ اس پر بھی عمل پیرا ہوتے اور آج یہ صورت حال نہ ہوتی جو نظر آرہی ہے۔ اہل علم کا ایک طبقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر رہا ہے تو ان پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔ انھیں مذہب اہل بیت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ عقیدۂ توحید کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، غلو اور نصیریت کے عقائد کی برملا ترویج کی جا رہی ہے، علماء و رہبران ملت جعفریہ خاموش نظر آرہے ہیں، اگر یہ صورت حال رہی تو۔

کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

بانیان مجالس عزا اپنی ذمہ داری پوری کریں اور اہل حضرات کو مجالس عزا کی دعوت دیں، اور واعظین و ذاکرین اپنی شرعی ذمہ داری پوری کریں اور امر بالمعروف کو اپنا شعار بنائیں۔ عوام الناس کو خوش کرنے کی بجائے محمد و آل محمد علیہم السلام کی خوشنودی کو مدنظر رکھیں۔ مذہب اہل بیتؑ کے حقائق کی ترویج کریں، علماء و دانشور اپنی تقریر اور تحریر کے ذریعے تمام طبقات کی رہنمائی فرمائیں تاکہ موجودہ انتشار اور لادینی کے سیلاب کو روکا جاسکے۔ اگر منبر حسینی کی اصلاح ہو جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اور شیعی دنیا کی مشکلات پر قابو پایا جاسکے گا۔ بانیان مجالس، واعظین و ذاکرین اور سامعین اخلاص عمل پیدا کریں اور قربۃ الی اللہ عزاداری کریں تو ہماری منزل قریب ہے، کامیابی ہماری منتظر ہے، دنیا و آخرت کی فلاح ہمارا نصب العین ہے۔

موج خون او چمن ایجاد کرد
تا قیامت قطع استبداد کرد

باب العقائد

موجودہ دور کے اکثر مدعیان تشیع کے مفوضہ اور شیخی العقیدہ ہونے کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

شیخیہ اور ائمہ اہل بیتؑ کا علل اربعہ ہونے کا عقیدہ

یہ حقیقت تو مسلم الثبوت ہے کہ سرکار محمدؐ و آلِ محمد علت غائی ممکنات ہیں۔ یعنی خداوند عالم نے کائنات ان بزرگواروں کے طفیل پیدا کی ہے۔ اگر خلاق عالم ان کو پیدا نہ کرتا تو پھر عالم کی کسی بھی چیز کو خلعت وجود عطا نہ کرتا۔ اس مطلب کو ہم اس کتاب میں کئی جگہ واضح کر چکے ہیں، مگر فرقہ شیخیہ یہاں بھی ایک عجیب شیخی بگھارتا ہے، وہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ بزرگوار کائنات کے علل اربعہ ہیں۔ یعنی عالم کی علت مادی، علت صوری، علت فاعلی اور علت غائی یہی حضرات ہیں۔ تمام اشیاء کا مادہ اور صورت بھی انہی سے ماخوذ ہے اور یہی ان کے فاعل وجاعل ہیں اور یہی سبب خلق و ایجاد ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح الزیارۃ احسائی صفحہ ۳۸۵ و ۳۳۹ و فطرت سلیمہ صفحہ ۳۷۹۔ کریم خان کرمانی۔ فھم سلام اللہ علیھم الذین ھم الخلق الاول کما موھم العلۃ المادیۃ و الصوریۃ و الغائیۃ و الفاعلیۃ۔ یعنی یہی بزرگوار علیہم السلام مخلوق اول اور یہی عالم کی علت مادی و صوری اور علت غائی و فاعلی ہیں۔ اس امر کا بطلان محتاج بیان نہیں ہے۔ مزید وضاحت کے لیے تیسرے باب کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیخیہ اور حاضر ناظر والا عقیدہ

ائمہ علیہم السلام کا ہر وقت ہر جگہ بجسد عنصری حاضر ہونے والا خلاف عقل ونقل عقیدہ بھی شیخیہ کی کتب سے مترشح ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ احمد احسائی نے اپنی کتاب شرح الزیارۃ کے صفحہ ۳۷۲ پر ایک بے سروپا روایت درج کی ہے کہ جنگ خندق میں جب عمرو بن عبدود واصل بجہنم ہو گیا تو کفار میں کھلبلی مچ گئی۔ اور وہ سترہ گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ نے میدان جنگ سے فرار کرنا شروع کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ہر گروہ کے پیچھے حضرت علیؑ کو اس کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا۔ حالانکہ آنجنابؑ اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ کیونکہ کسی بھگوڑے کا پیچھا کرنا آپؑ کے کرائم اخلاق کے خلاف تھا۔ اسی طرح سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب شرح الخطبہ صفحہ ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ہر شب میں بیک وقت چالیس جگہ پر موجود ہوتے تھے۔

علامہ سید مہدی قزوینی اپنی کتاب ھدی للمصطفین جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ طبع نجف اشرف پر اس نظریہ کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واین حرف مانند حرف استادش محال است، چونکہ بضرورت دین و عقل معلوم شدہ است کہ حضرت امیر جہل تن و جہل نفر نیست،

بلکہ یک نفر است و یک نفر در یک زمان یک جا محتاج است، پس اگر ازاں جا رفت در زمان دیگر در جائے دیگر حاصل مے شود و ہمچنیں و ایں حکم ضروری جسمے از اجسام است الخ۔ یعنی سید کاظم رشتی کا یہ کلام ان کے استاد (شیخ احسائی) کے کلام کی طرح عقلاً محال ہے۔ کیونکہ دین قویم و عقل سلیم کی رو سے بالبداہت یہ امر ثابت ہے کہ حضرت امیرؑ ایک ہی آدمی تھے نہ چالیس! اور ظاہر ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں ایک ہی جگہ میں ہو سکتا ہے۔ جب وہاں سے منتقل ہوگا تو پھر دوسری جگہ جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ امر ہر جسم کے لیے بالبداہت ثابت ہے۔

بہر حال یہ عقیدہ شیخیہ کی کتب میں جا بجا ملتا ہے کہ: تمام الاشیاء فی جمیع احوالہا من الماضی و الحال و الاستقبال حاضرۃ لدیہم و بسمعہم و منظرہم یشاہدونہا حین وجودہا و صدورہا من مبدئہا و المستقبل عندہم عین الماضی وھو عین الحال۔ الخ (کتاب احقاق صفحہ ۳۱۹)

یعنی تمام اشیاء ماضی، حال اور استقبال وغیرہ حالات میں ان کے روبرو حاضر ہیں۔ اور وہ ہر حال میں ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک مستقبل عین ماضی اور ماضی عین حال ہے۔ اس امر کی تحقیق کے لیے چھٹے باب کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیخیہ اور علم حضوری والا عقیدہ

آج کل شاہد و شہید کی بحث پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے۔ نیز ائمہ علیہم السلام کا علم حضوری بتایا جاتا ہے۔ اس فاسد عقیدہ کا سرچشمہ بھی شیخی تعلیمات ہیں۔ چنانچہ شیخ موسیٰ شیخی نے احقاق الحق میں شہید و شہادت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: وھذہ الشہادۃ لا تکون الا بحضور جمیع الاشیاء کلیہا و جزئیہا سرہا و علانیتہا غیبہا و شہودہا لدیہم و عندہم و عدم غفلتہم عنہا آناً واحداً بل و لا لمحۃ واحدۃ فظہر ان علمہم بکل الاشیاء بلحاظ انہم شہداء علیہا عن قبل اللہ سبحانہ علم حضوری عیانی لا حصولی و التفاتی الخ (صفحہ ۲۲۱) یعنی یہ شہادت (گواہی) اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے کہ تمام کلی و جزئی اور ظاہری و باطنی اشیاء انؑ کے نزدیک اس طرح حاضر و موجود ہوں کہ ایک آن و لمحہ کے لیے بھی یہ ان سے غافل نہ ہوں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اس اعتبار سے کہ وہ شہداء خلق ہیں، ان کا علم من جانب اللہ حضوری ہے، نہ حصولی و التفاتی الخ۔

ہم ساتویں باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام کے علم کو علم حضوری قرار دینا غالیہ اور مفوضہ کا فاسد عقیدہ ہے، جو عند المحققین کفر ہے۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ان کا علم حصولی و التفاتی ہے۔ تفصیل کے لیے مقام مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیخیہ اور استمداد والا عقیدہ

شیخ احمد احسائی نے اپنی کتاب شرح الزیارۃ صفحہ ۱۴۷ پر بعض تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور آثار کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام نے جناب امیر علیہ السلام سے استمداد کیا اور انھوں نے ان کو مشکلات و مہالک سے نجات دی۔ کیونکہ یہی مُدبر اُمور دُنیا ہیں۔ ہم چوتھے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ صحیح شیعی عقیدہ یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں خُداوند عالم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ ہاں

سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے توسل حاصل کرنا چاہیے۔ یہی طریقہ انبیاءؑ و مرسلینؑ اور عباد اللہ الصالحین ہے۔

شیخیہ اور معجزہ کے فعل نبیؐ و امامؑ ہونے کا عقیدہ

فرقہ شیخیہ نہ صرف یہ کہ وہ معجزہ کو فعل امام سمجھتا ہے بلکہ شیخ احمد احسائی نے تو شرح الزیارۃ صفحہ ۳۳۹ میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ دوسرے تمام انبیائے ماسلف کے معجزات بھی درحقیقت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے معجزات ہیں۔ (یعنی ان کے فاعل یہی بزرگوار ہیں)

ماظہرت علی الانبیاء و الرسل و اتوا بہ من المعجزات کاحیاء الموتیٰ و نطق الجمادات و الحیوانات العجم و قلب الجمادات حیوانات کعصا موسیٰ وغیر ذلک فانہا آیاتہم و امثالہم۔ ہم پانچویں باب میں ناقابل انکار دلائل و براہین سے ثابت کر آئے ہیں کہ اس سلسلہ میں صحیح شیعی عقیدہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے۔ ہاں من باب المجاز نبی و امام کی طرف اس کی نسبت درست ہے۔

شیخیہ اور فرشتوں کے حرکت و سکون کے بدست اہل بیتؑ ہونے کا عقیدہ

شیخ احمد احسائی نے اپنی کتب بالخصوص شرح الزیارۃ میں متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ ملائکہ مدبرات کی حرکت اور ان کا سکون حکم اہل بیتؑ کے تابع ہے۔ ہم احسن الفوائد اور اس کتاب کے تیسرے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ صحیح شیعی عقیدہ یہ ہے کہ فرشتوں کی بست و کشاد اور ان کی حرکت و سکون امر الٰہی کے تابع ہے۔ وھم بامرہ یعملون۔ تلك عشرة كاملة

باب الاعمال

تکبر و غرور اور ریاء و نفاق اور ان کے مفاسد کا تذکرہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

تکبر و غرور

انسان میں جب کوئی وصف باکمال پایا جاتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ باکمال ہے۔ یہ اپنی عظمت کا تخیل کوئی بری چیز نہیں (بلکہ یہ ایک فطری امر ہے) لیکن جب یہ خیال ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جائے کہ جن لوگوں میں یہ وصف نہ ہو یا کم ہو ان کو حقیر سمجھنا شروع کردے تو اس کو تکبر وغرور کہا جاتا ہے جو ایک بڑی مذموم صفت ہے، اس عالم ہستی نما میں سب سے پہلے اس صفت رذیلہ کا اظہار شیطان نے کیا، جس نے جناب آدم ابوالبشرؑ کے مقابلہ میں اپنے کو بہتر سمجھتے ہوئے کہا: انا خیر منه۔ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدائے جبار نے اسے ملعون و مردود قرار دے کر اپنی بارگاہ سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا اور اس طرح اس کی ہزاروں سال کی محنت و مشقت پر پانی پھر گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص بھی تکبر کرے گا اس کا انجام شیطان سے مختلف نہیں ہوگا۔ اسی لیے حدیث میں وارد ہے جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ (اصول کافی وغیرہ) تکبر کے ثمرات قبیحہ شمار ہی نہیں ہوسکتے۔ مثلاً ایک متکبر شخص عام لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور بات چیت کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، بلکہ اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔ جب لوگوں سے ملے تو وہ پہلے اس کو جھک کر سلام کریں، چلنے میں سب سے آگے چلے، کسی بزم میں جائے تو صدر جلسہ بنے اور چلے تو اکڑ کر وغیرہ وغیرہ۔ یہ بداخلاقی قریباً قریباً ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں میں پائی جاتی ہے، ہاں البتہ علماء و امراء اس میں سب سے پیش پیش ہیں۔ یہ تکبر ہی ہے جو انسان کو قبول حق سے باز رکھتا ہے۔ ہمیشہ پیغمبروںؑ اور دینی راہنماؤں کی دعوت کو اکثر انہی لوگوں نے ٹھکرایا ہے جو قومی سیاسی اور مذہبی یا کسی اور وجہ سے اپنے کو ان ہادیوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ خدا کو نہ تکبر پسند ہے اور نہ متکبر، اس لیے وہ بار بار یہ اعلان کرتا ہے: ان الله لا یحب المتکبرین (نحل) خدا تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان الله لا یحب من کان مختالا فخورا۔ خدا مغرور اور فخر

کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، خدا نے اپنے خاص بندوں کی یہ علامت قرار دی ہے کہ وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ (فرقان) خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور فروتنی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے (کوئی جہالت کی) بات کریں تو وہ سلام کرتے ہیں اور علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ایضاح: ہاں یہ واضح رہے کہ اچھا لباس زیب تن کرنا، اچھی خوراک کھانا اور اچھی سواری پر سوار ہونا تکبر نہیں ہے بلکہ یہ زیب و زینت اور ظاہری آرائش و زیبائش اور حسن و جمال پسندیدہ چیز ہے، بلکہ دراصل تکبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کیا جائے اور مخلوق خدا کو اپنے سے پست اور حقیر سمجھا جائے۔

ریاء و نفاق

ریا کے معنی دکھاوا اور نمائش کے ہیں، انسانی اعمال کی راستی و ناراستی اور اچھائی و برائی کا دار و مدار نیت پر ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے انما الاعمال بالنیات۔ جو نیک کام ہو مگر وہ خالصاً لوجہ اللہ نہ کیا جائے، بلکہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے کیا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ عمل کی ساری عمارت ہی بودی و کمزور ہو جاتی ہے بلکہ اس سے شرک خفی کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز تو پڑھتا ہے مگر غرض یہ نہیں کہ حکم خدا کی تعمیل ہو، بلکہ مقصد یہ ہے کہ لوگ اسے نماز گزار اور پرہیز گار کہیں۔ دوسرا زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے مگر تعمیل حکم مراد نہیں بلکہ مقصد یہ ہو کہ لوگ اسے سخی و جواد کہیں۔ تیسرا راہ خدا میں بڑی بے جگری سے لڑتا ہے، جہاد کرتا ہے، مگر مقصد یہ نہیں کہ خدا کے دین کا بول بالا ہو بلکہ غرض یہ ہے کہ لوگ اسے شجاع و بہادر کہیں، تو یہ عبادت محض بے کار ہے اور جسد بے رُوح ہے۔ اسی لیے روایت میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن اس شخص کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا جس نے بظاہر شہادت حاصل کی۔ یہ شخص خدا کے سامنے لایا جائے گا اور اس پر اپنے احسانات جتا کر پوچھے گا تم نے ان سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا کہ میں تیری راہ میں لڑا اور شہید ہوا۔ خدا کہے گا کہ جھوٹ کہتے ہو۔ تم صرف اس لیے لڑے کہ تم کو بہادر کہا جائے۔ اس کے بعد اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر وہ شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا، لوگوں کو علم سکھایا اور قرآن پڑھا، اس سے اس طرح سوال کیا جائے گا اور وہ جواب میں کہے گا کہ میں نے علم سیکھا، علم سکھایا اور تیرے لیے قرآن پڑھا۔ ارشاد ہو گا کہ جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے علم اس لیے حاصل کیا کہ عالم کہے جاؤ۔ قرآن اس لیے پڑھا کہ قاری کہے جاؤ۔ پھر اسی طرح گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد ایک دولت مند شخص لایا جائے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ مال خرچ کرنے کے جو طریقے تجھ کو پسند تھے میں نے سب میں اپنا مال صرف کیا۔ ارشاد ہو گا: جھوٹ بکتے ہو۔ تم نے یہ سب صرف اس لیے کیا ہے کہ لوگ تم کو فیاض کہیں۔ پھر اسی طرح اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(سیرۃ النبیؐ و جامع الاخبار وغیرہ)

حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل بجالائے جس میں کسی اور کو بھی میرا شریک قرار دے تو وہ اسی کے لیے ہے جسے میرا شریک کیا گیا ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(انوار نعمانیہ وغیرہ)

نفاق

اسی طرح اسلام میں کفر کے بعد نفاق کا درجہ ہے۔ نفاق کیا ہے؟ دل میں کفر اور زبان پر ایمان۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ منافق کے ایمان و عمل کی حقیقت ریا اور نمائش کے سوا اور کچھ نہیں رہ جاتی۔ وہ دل سے تو خدا کا منکر ہے لیکن صرف خوف و خطر یا کسی اور دنیوی فائدہ کی خاطر بظاہر مذہبی اعمال بجا لاتا ہے۔ اس لیے لازمی طور پر اس کے ان اعمال میں ریا کاری پائی جاتی ہے۔ ارشاد قدرت ہے: یاایھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس و لا یؤمن باللہ و الیوم الآخر۔ (بقرہ) اے ایمان والو اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتا کر (اور سائل کو) اذیت پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو شخص لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور یوم جزا پر یقین نہیں رکھتا۔ ان المنافقین یخادعون اللہ و ھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس و لا یذکرون اللہ الا قلیلا۔ (نساء)

ومن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

اس لیے منافق کا انجام بہت برا ہے۔

ارشاد قدرت ہے:

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

بقیہ اخبار غم

گوگو چکی تحصیل و ضلع خوشاب وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بحق النبی وآلہ الطاہرین۔

۱۳ ہم نے بڑے رنج و افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی کہ ہالہ ضلع مٹیاری (صوبہ سندھ) کے جناب مخدوم سید شاہ نواز شاہ صاحب راہی ملک بقا ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ بحق النبی وآلہ

(شریک غم ادارہ)

ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کو جوار ائمہ معصومین میں جگہ عطا فرمائے بحق النبی والہ الطاہرین۔

(شریک غم ادارہ)

باب التفسیر

زنا کی منسوخ شدہ سزا کا بیان اور قوم لوط کے فعل بد کی فضیحت کا تذکرہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۳) وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (۱۴) وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا (۱۵) وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (۱۶)

ترجمۃ الآیات

یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور بہت بڑی کامیابی ہے (۱۳) اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے آتش دوزخ میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ (۱۴) اور جو تمہاری عورتوں میں سے بدکاری کریں تو ان کی بدکاری پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ مقرر کرے۔ (۱۵) اور تم میں سے جو دو شخص (مرد و عورت) بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کو اذیت پہنچاؤ۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ (۱۶)

(سورۃ النساء: ۱۳ تا ۱۶)

تفسیر الآیات

تلک حدود اللہ الآیۃ

اس آیت مبارکہ میں اطاعت گزاروں، اور اس نظام وراثت کی تابعداری کرنے والوں سے ان بہشتوں کا وعدہ کیا جا رہا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

و من یعص اللہ الآیۃ

اس آیت میں بڑی ہولناک سزا سنائی جا رہی

ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو خدا ورسولؐ کی مخالفت کر کے اس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑتے ہیں یا قانون وراثت میں ردو بدل کرتے ہیں۔ حالانکہ خلد فی النار ہونے، یعنی ہمیشگی کا عذاب صرف کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے لیے ہے۔ مگر اس آیت کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سزا خدا و رسولؐ کے ہر نافرمان کے لیے ہے، جو اس کے حدود سے تجاوز کرے۔ بنابریں تو یہ مطلق گناہ پر صادق آتی ہے جس کی سزا خلود فی النار نہیں ہے۔

لہٰذا اس کی کوئی مناسب تاویل کرنا پڑے گی۔

☆ جیسے یہ کہ ان حدود سے تجاوز کرے جن کی سزا ہمیشگی عذاب ہے۔

☆ یا حدود الٰہی سے تجاوز کو جائز سمجھ کر تجاوز کرے تو اس طرح ما انزل اللہ کے انکار کی وجہ سے کفر لازم آئے گا۔

☆ حدودہ میں لفظ حدود جمع ہے۔ اور پھر اضافت کی وجہ سے اس میں عموم واستغراق کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی جو اللہ کی تمام حدوں سے تجاوز کرے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص کوئی کافر ہی ہو سکتا ہے، وہ گنہگار اہل ایمان نہیں ہو سکتا۔

(مجمع البیان فصل الخطاب)

مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے دوسرے حدود و قیود کے علاوہ قانون وراثت میں بھی من پسند تبدیلیاں کی ہیں۔ کہیں لڑکیوں کو وراثت سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے، کہیں صرف بڑے بیٹے کو وراثت کا حق دار قرار دیا گیا ہے اور کہیں یہ کہہ کر کہ یوصیکم اللہ کی لفظ نرم ہے، یہ صرف وصیت ہے، کوئی لازمی حکم نہیں ہے۔ مردوں اور عورتوں کے حصہ کو برابر کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ حکم خدا سے کھلی ہوئی بغاوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ دعا ہے کہ خداوند عالم تمام اہل اسلام کو ایسی عصیان کاری اور تباہ کاری سے بچائے اور اپنی اور اپنے رسول اعظمؐ کی اطاعت گزاری کی سعادت سے نوازے بحق النبیؐ وآلہٖ۔

زنا کاری کی منسوخ شدہ سزا کا بیان

زنا جس قدر جرم شنیع ہے وہ اسی قدر دور جاہلیت میں عربوں میں عام تھا اور معدودے چند شرفاء کو چھوڑ کر اس کے ارتکاب کو چنداں عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ پیشہ ور عورتیں اپنے مکانوں پر خاص قسم کے پرچم لہرایا کرتی تھیں، جنھیں ذوات الاعلام کہا جاتا تھا۔ اسلام دین فطرت نے اس سنگین جرم کے سدباب کے لیے صرف زبانی کلامی وعظ ونصیحت کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کے مرتکبین کے لیے تدریجاً سخت سزاؤں کا اہتمام کیا ہے۔ ہاں البتہ اس جرم شنیع کے اثبات کے لیے بڑا سخت انتظام کیا ہے۔ اور اس کے دو طریقے مقرر کیے ہیں۔

☆ مجرم بقائمی ہوش وحواس چار بار اس کا اقرار کرے۔

☆ چار مسلمان عاقل و عادل گواہ اس کے ارتکاب کی گواہی دیں۔

اور اوائل اسلام میں یہ سزا تھی کہ ایسی عورتوں کو

گھروں میں نظر بند کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور ایسے مردوں کو رُوحانی و جسمانی اذیت دی جائے، جب تک ان کے لیے خدا کوئی اور راستہ متعین نہ فرمائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمر قید اور اس کے بعد والی سزا جز وقتی تھی، مستقل سزا وہ ہے جو سورۂ نور میں مذکور ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد و زن اس جرم کا ارتکاب کریں تو انھیں رجم (سنگسار) کیا جائے، جو سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

قوم لوط کے عمل بد کی فضیحت

شیخ محمد جواد مغنیہ مرحوم اپنی تفسیر کاشف میں تحریر فرماتے ہیں کہ مفسرین میں اختلاف ہے کہ اس جو دو شخص جو ایسا کریں سے مراد کون ہیں؟ اکثر نے اس سے زانی اور زانیہ کو مراد لیا ہے۔ جو کہ خلاف ظاہر ہے۔ کیونکہ الذان، الذی کا تثنیہ ہے جو کہ موصول و صلہ مذکر کے الفاظ ہیں۔ نیز زانی اور زانیہ کا حکم ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے، لہٰذا بلا فاصلہ تکرار کا کیا مطلب ہے؟ لہٰذا اس سے قوم لوط کے عمل کے مرتکب فاعل و مفعول مراد ہیں۔ جیسا کہ الذان اور منکم کے قرینے سے ظاہر ہے۔ برادرانِ اسلامی کے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر مظہری میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (فراجع) بہر حال اوائل اسلام میں اس خلاف وضع فطرت فضیع و شنیع جرم بد کی سزا یہ تھی کہ انھیں رُوحانی و جسمانی اذیت پہنچائی جائے۔ زجر و توبیخ اور لعنت ملامت کی جائے۔ خورد و نوش میں تنگی کی جائے تا کہ انھیں اپنے جرم کی سنگینی کا احساس ہو۔ بعد ازاں ان کی یہ سزا منسوخ ہو گئی اور اس کی جگہ تلوار سے موت کے گھاٹ اتارنا یا آگ سے جلانا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر بلندی سے نیچے گرانا یا پھر ان پر دیوار کا گرانا، سزا مقرر ہوئی۔ کیونکہ یہ جرم زنا سے بھی بدتر ہے اور ایسا شنیع جرم ہے کہ انسان سے اس کا جوہر انسانیت سلب کر لیتا ہے۔ ہاں البتہ سابقہ صورت میں جب توبۃ النصوح کر لیں تو پھر ان کی یہ ایذا رسانی بند کر دی جائے گی۔

باب الحدیث

اہل ایمان کا آپس میں بھائی بھائی ہونا

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

ارشاد قدرت ہے: انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہذا اگر ان کے درمیان کچھ شکر رنجی پیدا ہو جائے تو ان کے درمیان صلح صفائی کرا دو۔

❶ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا مومن اس طرح مومن کا بھائی ہوتا ہے جس طرح جسم واحد ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو اس سے سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔
(اصول کافی)

❷ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: مومن مومن کا اس طرح بھائی ہے جس طرح ایک بھائی ماں باپ کی طرف سے سگا بھائی ہوتا ہے۔ (اصول کافی)

❸ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دھوکا دیتا ہے، نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اسے تنہا چھوڑتا ہے اور نہ اس کا گلہ کرتا ہے۔ (اصول کافی)

❹ ایک دوسری روایت میں انہی حضرت سے یوں مروی ہے، فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہوتا ہے، وہ راہنما ہوتا ہے، اس کا آئینہ ہوتا ہے، اس کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اس کی غیبت کرتا ہے۔
(اصول کافی)

❺ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، فرمایا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے جناب سلمانؓ اور جناب ابوذرؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا اور جناب ابوذرؓ سے عہد لیا تھا کہ کبھی سلمان کی مخالفت نہ کرنا۔
(اصول کافی)

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ

سوالات جناب سید عارف حسین شاہ نقوی ایم اے آف پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (گزشتہ سے پیوستہ)

سوال نمبر ۲۳۲: امام زمانہ کا فرمان کہ میں علماء پر حجت ہوں اور وہ یعنی علماء عوام پر حجت ہیں، اس حجت کے کیا معنی اور کیا دائرہ ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: قرآن و سنت کے نقطہ نگاہ بندوں پر خدا کی طرف سے حجت نبی و امام ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد قدرت ہے: رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس حجۃ علی اللہ بعد الرسل (القرآن) میں نے رسولوں کو مبشر و منذر بنا کر بھیجا، تا کہ بندوں پر حجت تمام ہو جائے اور وہ کوئی عذر پیش نہ کر سکیں۔ مگر عارضی طور پر علماء کرام بھی عوام پر حجت ہیں، کیونکہ وہ امام زمانہؑ کی غیبت کبریٰ میں دینی حقائق بیان کر کے لوگوں پر حجت تمام کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے وضاحتی کلام و بیان کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نیکی و بدی کا کوئی علم نہیں تھا۔ اس لیے بدی کی ہے۔ قد تبین الرشد من الغی۔

سوال نمبر ۲۳۳: امام علماء پر حجت اور علماء عوام پر حجت ہیں۔ کیا امام زمانہ نے ولایت فقیہ یعنی ولی فقیہ کا بھی تصور دیا ہے۔ ولی فقیہ کے انتخاب اور اس کے معزول ہونے کا طریقہ کیا ہوگا۔ ولی فقیہ اور پھر ہر مجتہد کی علیحدہ توضیح المسائل یعنی رسالہ عملیہ ہوگا؟

الجواب باسمہ سبحانہ: امام زمانہ کی زمانہ غیبت کبریٰ کے دور میں نواب امام یعنی علماء و مجتہدین کے اختیارات کا دائرہ کار کس قدر ہے؟ یہ مسئلہ قدیم الایام سے معرکۃ الآراء رہا ہے۔ مگر علماء محققین نے ہمیشہ اس سے فقہاء کے محدود اختیارات کا نظریہ اختیار کیا ہے کہ زمانہ غیبت کبریٰ کے دور میں احکام شریعت، حقائق اسلام اور مسائل حلال و حرام بیان کرنے میں نائب امام ہیں۔ لہٰذا وہ نبی و امام کے ہر اختیار کے نائب نہیں ہیں۔ بنابریں یہ نظریہ کہ اس دور میں ایک فقیہ کو ہر وہ اختیار حاصل ہے جو نبی و امام کو حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر ولی فقیہ کا اطلاق بظاہر یہ نظریۂ ضرورت کی پیداوار ہے۔ واللہ العالم۔

سوال نمبر ۲۳۴: کیا باپ یا دادا یا بھائی کنواری لڑکی بالغہ، عاقلہ اور باشعور رشیدہ کو اس کی رضامندی کے بغیر کسی کے نکاح میں دے سکتے ہیں؟ نیز کیا ایک عاقلہ بالغہ اور رشیدہ و باشعور کنواری لڑکی باپ دادا بھائی کی رضامندی کے بغیر اپنے آپ کو کسی کی زوجیت میں دے سکتی ہے؟ لڑکی پر ولی کی اختیاری حیثیت کیا ہے؟۔

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ مسئلہ ہمارے علماء و فقہاء عرفاء کے درمیان نہایت ہی اختلاف کی آماجگاہ ہے۔ اور اس

میں کم از کم پانچ قول ہیں۔ مگر جس نظریہ پر محقق اور محتاط فقہاء کا اتفاق ہے (اور جو ہمارے نزدیک بھی اظہر واقویٰ ہے) وہ یہ ہے کہ اس صورت میں لڑکی اور اس کے ولی شرعی (یعنی باپ اور دادا۔ بھائی ولی نہیں ہے) کے درمیان ولایت مشترکہ ہے۔ یعنی نہ ولی شرعی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر جس سے چاہے لڑکی کا عقد نکاح کر دے اور نہ ہی لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ولی شرعی کو نظر انداز کر کے جس سے چاہے شادی رچالے۔ بلکہ صحیح عقد و ازدواج وہ ہوگا جس پر ہر دو فریقین یعنی لڑکی اور اس کا ولی شرعی دونوں رضامند ہوں گے۔ تفصیل دیکھنے کے خواہش مند حضرات ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ جلد ۲ کی طرف رجوع فرما کر اطمینان قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۳۵: آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے دنیائے جوان نامی کتاب میں جو کہ دارالثقلین کراچی سے شائع ہوئی ہے، کے صفحہ ۱۵۷ پر فرمایا کہ (سوال کیا ڈاڑھی صاف کرنا واضح طور پر حرام ہے؟) جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے ہاں حرام نہ ہونا ثابت ہے آگے فرماتے ہیں کہ آیت اللہ خوئی احتیاط کے قائل تھے۔ آپ نے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ قبلہ صاحب قرآن و حدیث سے شرعی نقطہ نظر واضح فرمائیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: علماء اسلام میں یہ مسئلہ قدیم الایام سے متنازعہ فیہ ہے۔ برادران کے ہاں مشہور یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھوانا سنت ہے۔ جبکہ ہمارے علماء و فقہاء کے نزدیک نہ صرف مشہور یہ ہے کہ اس قدر رکھوانا کہ چہرہ پر ڈاڑھی نظر آئے واجب اور منڈوانا یا مشابہ بحلق باریک کرانا حرام ہے۔ بلکہ کئی علماء کرام نے اس پر علماء شیعہ کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام حرمت ریش تراشی قرآن و سنت کی روشنی میں سپرد قلم و قرطاس کیا ہے۔ جو قابل دید ہے۔ اس کا مطالعہ فرما کر اطمینان قلب حاصل فرمائیں۔

سوال نمبر ۲۳۶: کیا والدین کی اطاعت واجب ہے، قرآن و حدیث سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: یہاں ہمارے یہاں مشہور یہی ہے جسے قرآن و سنت کی بھی تائید حاصل ہے کہ جب تک والدین کوئی خلاف شریعت حکم نہ دیں، تب تک ان کی اطاعت واجب ہے۔ ہاں البتہ جب وہ کوئی خلاف شرع حکم دیں تو پھر امیر علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق کہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جہاں خدا کی نافرمانی لازم آئے وہاں بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

سوالات مرید کاظم صاحب پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل خان

سوال نمبر ۱: اگر ایک آدمی کو رات کو احتلام ہو جائے اور چند وجوہات کی وجہ سے وہ فوری طور پر غسل جنابت نہیں کر سکتا اور غسل جنابت کے بدلے تیمم کر سکتا ہے اور اگر غسل جنابت کے بدلے تیمم کر لے اور پھر صبح غسل جنابت کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: جب عذر برطرف ہو جائے تو

غسل کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۲: اکثر قبرستانوں میں جڑی بوٹیاں اُگ آتی ہیں، جن سے سانپ وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے، اگر ان جڑی بوٹیوں کو تلف کرنے کے لیے آگ لگا دی جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر ۳: طرہ یعنی شملہ جو کہ پگڑی باندھتے وقت نظر آتا ہے، اس کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔

سوال نمبر ۴: سر کو گنجا کرنا، یا بڑی بڑی زلفیں رکھنا، کونسی چیز اسلام میں جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: دونوں کام جائز ہیں، مگر بہت لمبے بال رکھوانا شرعاً ممنوع ہے۔

سوال نمبر ۵: انبیاءؑ و ائمہؑ اور اولیاء اللہ میں وہ کونسی ایسی ہستی ہے جس کے روح قبض کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ عزرائیلؑ کو نہیں بھیجا؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ملک الموت ہی سب کی روحیں قبض کرتا ہے۔

سوالات رضا حسین ساجد چک ۲۷۵ رلدیوالی فیصل آباد

سوال: آپ نے اپنے رسالہ دقائق اسلام کے صفحہ نمبر ۱۵، سوال نمبر ۱۳ پر علم عرفان اور تصوف سے کیا مراد ہے کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ عرفان دراصل تصوف کا ہی بدلا ہوا نام ہے، اور تصوف صوفیہ کے فاسد نظریات اور معتقدات اور کاسد عملیات اور رہبانیات کے مجموعہ کا نام ہے اور صوفیہ کے بارے ہمارے ائمہ علیہم السلام کا فرمان یہ ہے کہ الصوفیۃ کلہم من اعدائنا و عقیدتہم مغائرۃ لعقیدتنا۔ بحوالہ حدیقۃ الشیعہ عین الحیوٰۃ وغیرہ۔

اب میرے **سوالات** یہ ہیں:

سوال نمبر ۱: ان کے فاسد نظریات اور کاسد عملیات تفصیل سے ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: صوفیہ کے غلط عقائد اور غیر اسلامی نظریات پر مشتمل میں بفضلہ تعالیٰ بہت جلد لکھ کر شائع کر رہا ہوں۔ اس کا انتظار کریں۔

سوال نمبر ۲: ان کے اعداء محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ہونے کے بعد ان سے رشتہ ناطہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ ان کو رشتہ دینا، ان سے رشتہ لینا کیسا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: جو کوئی کھلم کھلا دشمن اہل بیتؑ ہو اس کو رشتہ دینا اور اس سے رشتہ لینا حرام ہے۔

سوال نمبر ۳: منکر نماز کو بچی بیاہ کر دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اس کی بچی بیاہ کر لانا کیسا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: نماز ضروریات دین اسلام سے ہے۔ اور جو بدبخت اس کے وجوب کا انکار کرے وہ خارج از اسلام ہے۔ لہٰذا اس کو رشتہ دینے یا اس سے لینے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ مگر یہ لڑکی مسلمان ہو۔

سوال نمبر ۴: تارکِ نماز کو بچی بیاہ کر دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اس کی بچی بیاہ کر لانا کیسا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: جو منکر نماز ہو بلکہ تارک نماز ہو اس کو رشتہ دینا صرف مکروہ ہے۔

سوال نمبر ۵: جس شخص کا عقیدہ ہو کہ قرآن اور بلھے شاہ کی کافیوں اور قرآن اور وارث شاہ کی ہیر میں

کوئی فرق نہیں ہے اس کے اسلام کے بارے میں وضاحت فرمائیں اور اس سے معاشرتی اور ازدواجی تعلقات کا کیا حکم ہے۔ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: جو قرآن اور بلھے شاہ کی قافیوں میں یا قرآن اور وارث شاہ کی ہیر میں فرق نہیں کرتا اس کا اسلام محل نظر ہے۔

سوال نمبر ۲: جس شخص کا عقیدہ ہو کہ مجھے فلاں پیر نے ایسے ہی معراج کروایا ہے جیسے خدا نے محمدؐ کو معراج کروایا تھا اور میری ساری اولاد کا عطا کرنے والا فلاں پیر ہے اور بس۔ ایسے شخص سے رشتہ لینا اور ایسے شخص کو رشتہ دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے اور اس عقیدہ والے شخص کو رشتہ دینا شرعاً جائز نہیں۔

سوالات جناب محمد مہتاب ماجد صاحب

مسلم کوٹ بھکر

سوال نمبر ۱: سڑک یا نہر کے کنارے سے لکڑی چوری کرنا کیسا ہے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: چوری کرنا مومن اور شریف آدمی کا کام نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲: ایسا جنگل جس میں سے لکڑی کاٹنے پر حکومت نے پابندی عائد کر رکھی ہو وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر گھریلو استعمال میں لانا کیسا ہے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: شریف شہری وہ ہوتا ہے جو حکومت کے قانون کا احترام کرتا ہے۔

سوال نمبر ۳: درختوں کے بیچنے سے آنے والی آمدنی پر خمس فوراً دینا چاہیے یا سالانہ مقررہ تاریخ پر۔

الجواب باسمہ سبحانہ: مقررہ تاریخ کے بعد انشاء اللہ

سوال نمبر ۴: ایک آدمی کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی، اس نے اس پر خمس دیا، دوسرے سال اس کی آمدنی دو لاکھ ہوئی تو کیا اب وہ خمس ایک لاکھ منہا کر کے دے گا یا دو لاکھ پر۔

الجواب باسمہ سبحانہ: اگر سابقہ رقم محفوظ پڑی ہے تو اس پر دوبارہ خمس لاگو نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۵: ٹھیکے پر دی ہوئی زمین سے ملنے والی رقم پر زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔ اگر نہیں تو اس رقم کا خمس مقررہ تاریخ پر دینا چاہیے یا موقع پر۔

الجواب باسمہ سبحانہ: احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر رقم کی مقدار ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو گیارہ مہینہ کے بعد اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔

سوال نمبر ۶: گندم کی فصل میں سے کٹائی اور تھریشر کے اخراجات منہا کر کے زکوٰۃ دینی چاہیے یا کل گندم پر؟

الجواب باسمہ سبحانہ: احتیاط واجب یہ ہے کہ کسی قسم کے اخراجات منہا نہ کیے جائیں۔

سوال نمبر ۷: بینک سے سود پر قرض لینا جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: جب تک کوئی خاص مجبوری نہ ہو تب تک سود پر قرضہ لینا جائز نہیں۔ واللہ العالم

وانا الاحقر

محمد حسین نجفی غفرلہ بقلمہ

نوٹ: اس مضمون سے بعض حضرات کو اشتباہ ہوا ہے کہ ساری قوم شیعہ مختلف خرابیوں میں مبتلا ہے۔ مضمون نگار اور ادارہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام شیعہ قوم کے عقیدے اور عمل خراب ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اکثر لوگوں کے عقیدے اور عمل خلاف شریعت ہیں۔ علماء کی محنت اور تبلیغ سے حالات تبدیل ہو رہے ہیں اور منبر پر اب علماء کرام اسلام کی صحیح تصویر پیش کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

تشیع عقیدہ آفتاب و ماہتاب سے کہیں زیادہ روشن اور حسین و جمیل ہے کہ کائنات کا خالق، مالک، پالک، اور رازق اللہ، موت وحیات اس کے قبضہ قدرت میں، شفا اور اولاد عطا کرنے والا اللہ، جنت و دوزخ اور روز جزا، کا مالک اللہ، کائنات کا مشکل کشا اور حاجت روا اللہ، طلوع و غروب، شب و روز، ماہ و سال، بہار و خزاں سب اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ آسمان سے پانی نازل کرنا، انگوریاں پیدا کرنا، زمین پر پہاڑ گاڑنا ظلمات میں رہبری فرمانا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ اپنی ذات و صفات، افعال اور عبادت میں لاشریک، غنی بالذات کسی رسول، نبی، ولی، وصی، شہید، مومن اور متقی کا محتاج نہیں۔ ان تمام کا خالق و مالک اللہ ہے۔ علیم و خبیر، سمیع و بصیر، حی و قیوم، قادر و قدیر اور رازق و رزاق کبھی نہ ختم ہونے والی صفاتی فہرست کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں؟

جناب آدمؑ سے لے کر جناب خاتمؐ تک تمام انبیاء و رسل برحق، لوگوں میں سے لوگوں ہی کی راہنمائی کے لیے مبعوث برسالت و نبوت ہو کر اللہ کی وحدانیت و یکتائی کا درس دینے آئے۔ اللہ کے مطیع و فرمانبردار اللہ ہی سے اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے والے، اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر اپنی عجز و انکساری کا اظہار فرمانے والے، اللہ کے ملائکہ، کتابوں اور روز آخرت سے آگاہی دینے والے۔ بعد از خاتم النبیینؐ ایک سلسلہ اوصیاء جو تا قیامت جاری و ساری ہے، خلق خدا فیض حاصل کر رہی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی، شریعت محمدیؐ آخری شریعت، قرآن اللہ کی آخری کتاب، قائم آل محمدؐ آخری امام، امت محمدیہ آخری امت، جنت صحیح عقیدہ اور عمل صالح سے مشروط اور شفاعت محمدؐ و آل محمدؐ برحق، یہ ہے تشیع کا وہ عقیدہ جو اللہ نے قرآن میں اور نبیؐ و آل نبیؐ نے اپنے فرمان میں تعلیم کیا ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ کذاب ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہے، مگر آج کل جو اکثر بیان کیا جا رہا ہے جس کی مختصر جھلک ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، اس

مسلمہ قرآنی عقیدہ کے بالکل برعکس ہے۔ خودساختہ عقائد واعمال کا پرچار کرنے اور ان کی معاونت کرنے والے کون ہیں اور کس کباڑ خانہ سے خریدے گئے ہیں؟ ہم ببانگ دُہل اعلان کرتے ہیں کہ ایسے لوگ استعمار کے زرخرید ایجنٹ، طاغوتوں سے بھاری وظائف لے کر ساتھ ہی ساتھ ملت تشیع کے سادہ اور کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کے علاوہ مالی طور پر کمزور کرکے عقیدہ وعمل کے میدان میں بدنام اور رسوا کررہے ہیں۔ ہم اس بدعقیدگی اور بدا عمالی کی بابت رہبران ملت، صاحبان محراب ومنبر اور دیگر تمام ذمہ داران کو خبردار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر بروقت راست اقدامات نہ کیے گئے تو وہ دن دور نہیں جب کوئی دوسرا ان غیر شرعی عقائد کو سامنے رکھ کر ہم سے یہ سوال کر بیٹھے کیا اسی کا نام تشیع ہے؟ حالانکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان باطل نظریات واعمال کا تشیع سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ کون کررہا ہے؟ اور کس کے لیے کررہا ہے؟

چودہ سو سالہ تاریخ کے تناظر میں دیکھنا پڑے گا کہ حسینیت اور یزیدیت دو کردار، جو شروع سے ایک دوسرے کے مدمقابل رہے۔ کچھ مدت پہلے تک یزیدیت اتنے خطرناک روپ میں نہ تھی جتنی آج ہے۔ قبل ازیں یزیدیت اپنے اصلی چہرہ کے ساتھ اپنا منحوس کردار ادا کرتی رہی ہے۔ لیکن آج کی یزیدیت کمال ہوشیاری اور مکاری کے ساتھ حسینیت ہی کا خوش نما لباس زیب تن کرکے ملت تشیع میں گھس کر حسینی محفلوں اور منبروں پر آکر مقصد شہادت حسینؑ اور کربلائی پس منظر کے گلے پر تیز دھار ابلیسی خنجروں سے کاری ضربیں لگا رہی ہے۔ ایسی بہروپ زدہ یزیدیت کی شناخت عام سادہ لوح شیعہ کے بس کا روگ نہیں۔ یہ یزیدیت ہی تو ہے جو تشیع کے قابلِ رشک عقائد واعمال کی بجائے باطلانہ نظریات اور غیر عاقلانہ اعمال کی تبلیغ وتشہیر میں ہمہ وقت مصروف ہے۔ ہم بار دیگر ذمہ دارانِ ملت کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ شیعیت کی آستینوں میں چھپی یزیدیت کو بے نقاب کرنے کے لیے محافل ومجالس میں صحیح العقیدہ وعمل خطباء، مبلغین کو منبروں پر لائیں، جو دوٹوک الفاظ میں تشیع کا عقیدہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تشیع کے چہرہ کو مسخ کرنے اور مقصد شہادت امام حسینؑ کو ذبح کرنے والوں کی نشاندہی فرمائیں۔

مقصد شہادت امام حسینؑ اگر ایک جملہ میں بیان کریں تو وہ اس طرح کہ کربلا اقدار اسلام کی بقاء، افکار یزیدی کی فنا اور امت کی اصلاح وفلاح کے لیے بپا ہوئی۔ کربلا ایک فکر اور تحریک کا نام ہے، جیسا کہ خطباتِ امام حسینؑ سے واضح وآشکار ہے۔ جسے بدقسمتی سے دیمک خوردہ ذہنوں کے حامل بیوپاریوں نے صرف قتل کرنے اور قتل ہونے تک محدود کرکے رونے رُلانے، سینہ کوبی، واہ واہ اور نعرہ بازی کی چاردیواری میں پابند کردیا ہے۔ یاد رہے کہ حسینؑ بن علیؑ کی بے نظیر قربانی اور بے مثل ایثار کا ماحصل صرف یہ نہیں۔

یہ بات کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ یزید اقدار اسلام کو مٹانا اور حسینؑ بن علیؑ ان اقدار کو زندہ جاوید بنانا چاہتے تھے۔ حسینؑ نے بڑے معنی خیز انداز میں

یزیدیت کو للکارا کہ تجھ جیسا اگر ان اقدار کو پامال کرنے کا ارادہ کرے گا تو مجھ جیسا ان اقدار کو حفاظت کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر وہی کرے گا جو میں حسینؑ کرنے جا رہا ہوں۔ بالآخر وہی ہوا جو حسینؑ چاہتے تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کی خاطر حسینؑ کی گردن کٹ گئی اسلامی اقدار بچ گئیں جو طلوع قیامت تک محفوظ و مامون رہیں گی۔ انصاف تو یہ تھا کہ سانحہ کربلا کے وہ پہلو اور زاویے جن پر طویل مدت تک کبھی بات نہ کی گئی ان گراں قدر اور گراں مایہ گوشوں اور جہتوں سے دُنیا کے آدمیت کو متعارف کروایا جاتا، جیسا کہ ماضی قریب میں آیت اللہ شہید مطہری (حماسہ حسینی) اور زمانہ حال میں استاد سید جواد نقوی (اقدار عاشورا) نے بڑے موثر انداز و اسلوب میں گفتگو فرمائی۔ ان مردان حق کی پیروی کرتے ہوئے بارگاہِ حسینؑ میں سرخرو ہوتے، مگر کس قدر بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ آج پھر نئے سرے سے توحید کی ابتدائی تعلیم (قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کا سبق دُہرانے پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ اللہ ہی خالق ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ ہی رازق ہے، اس کے سوا کوئی رازق نہیں، اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ سطور لکھتے ہوئے مارے شرم کے سر جھک رہا ہے کہ بعض غیر ذمہ دار عناصر کی کوتاہی بعض ذمہ داران کی بے حسی و بے اعتنائی اور دشمنان تشیع کی پرفریب کارفرمائی کا شکار ہو کر چودہ صدیاں پیچھے چلی گئے ہیں اور آج زبانِ حال سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ:

لے آئی پھر کہاں پر قسمت ہمیں کہاں سے
یہ تو وہی جگہ ہے گزرے تھے ہم جہاں سے

آج جو لوگ ان اقدار عاشورہ کو پس پشت ڈال کر فکر حسینؑ اور تحریک کربلا کو فقط تیغ و سناں کی ضربوں تک محدود کر دینے کے درپے ہیں وہ کون ہیں؟ وہ وہی ہیں جن کی نشاندہی ہم قبل ازیں کر آئے ہیں، خواہ وہ کسی بھی لباس اور روپ میں کیوں نہ ہوں؟

زیر نظر مضمون کا اولین مقصد ہی یہ ہے کہ وہ یزیدی جاسوس جو لباس حسینیت پہن کر مقصدِ حسینؑ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں، قوم اور ذمہ داران قوم ان بہروپیے فنکاروں اور دھوکے باز تاجرانِ خونِ حسینؑ کے گرد اس قدر گھیرا تنگ کر دیں کہ وہ نادم ہو کر توبہ کریں یا پھر یہ لباس اتار کر اپنے اصلی لباس اور حقیقی رُوپ میں سامنے آنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ تب ممکن ہے جب ملت تشیع ان آستین کے سانپوں کے نشر کردہ غلیظ نظریات سے برملا برائت کا اظہار و اعلان کرے، تاکہ پیروان تشیع اور دشمنان تشیع میں تمیز ہو جائے۔ اور یزیدی چیلوں کے پرتعفن گھونسلوں میں پرورش پانے والے نجس بیٹھیوں کی الگ سے شناخت ہو، جیسے قبل ازیں اسماعیلی، واقفی، اخباری، شیخی، نصیری اور غلات وغیرہ کی ہو چکی ہے۔ موجودہ دور کی نہایت اہم ضرورت ہے کہ اب نصیریت و شیخیت کی الگ اور شیعیت کی جدا شناخت ہو، اس ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ شیعیان حیدر کرار اور گروٹی کووں میں تمیز از حد ضروری ہے۔

خیر خواہان ملت اور ہمدردان قوم بے موقع و

بے محل مصلحتوں کے خول سے نکل کر ان کوڑھ زدوں کی شناخت کروا کر قوم کو بیدار کرنے اور خبردار رہنے کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیں۔ شیعیت کے خدو خال کو اجاگر کر کے بدنام زمانہ نصیریت و شیخیت کے زہریلے اثرات سے ملت تشیع کو ہوشیار و خبردار کریں۔ خصوصاً توحید باری تعالیٰ کی معرفت اور شرک کی نجاست پر سیر حاصل گفتگو کریں۔ کیونکہ طاغوتی جمگاڈ عقیدہ توحید کو مسخ کر کے شرک کو توحید کا لباس پہنا کر یوں متعارف کروا رہے ہیں کہ بعض کم علم اور نادان ان سے متاثر ہو کر اپنے دین و ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ یہی راہ حسینؑ اور یہی فکر حسینؑ ہے۔ جس کو ان دشمنان تشیع سے خطرات لاحق ہیں۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہ کیا گیا اور حسب سابق ایک دوسرے کا دامن کھینچنے اور بعض علمائے حقہ کے طریقہ تبلیغ اور انداز تصنیف پر بے جا تنقید سے باز نہ آ کر مثبت رویہ نہ اپنایا تو آپ خود بھی اس طوفان بدتمیزی کی جان لیوا لہروں کی نذر ہو کر گمنامی کے گہرے سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔ ملت کو مذہب حقہ سے برگشتہ کرنے والے بے سروپا عقائد کے ناشر تشیع سے چمٹے رہے تو سادہ لوح اور قدرے کم علم عوام مغالطہ میں رہیں گے کہ شاید یہی تشیع ہے۔ حالانکہ تشیع ایک محترم و مقدس مسلک جو اللہ کی ذات، رسولوں کی رسالت، اللہ کی نازل کردہ کتابوں، ملائکہ اور یوم جزاء پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے۔ جو توحید، عدل، نبوت، امامت، اور قیامت کو بطور اصول دین مانتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، تولیٰ و تبریٰ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فروعات دین اپناتا ہے۔ ایمان و عمل کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، دوسروں کے عقیدہ و عمل کا احترام اور رہبران کا لحاظ کرنے والا مذہب ہے۔

آخر میں ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم نہ تو کرسی قضاوت پر براجمان ہیں اور نہ ہی کوئی فتویٰ جاری کر رہے ہیں۔ چند سنے سنائے بیانات اور دیکھے دکھائے واقعات کو من و عن ضبط تحریر میں لا کر فقط قارئین سے اپنی قیمتی آراء کے اظہار اور اس مذہبی بگاڑ کی اصلاح کا تقاضا کرتے ہیں۔ البتہ ہم جتنا کچھ جانتے ہیں اتنی رائے زنی کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ جہلاء کی زبانی بیان کردہ عقائد واعمال (جن کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں) مشرکانہ و کافرانہ ہیں۔ کوئی دوسرا انھیں عین اسلام اور اصل شیعیت سمجھتا ہے تو بصد معذرت عرض کریں گے کہ ہم تو اس شیعیت کے پیروکار ہیں جو اللہ کے ارادہ و عزم میں، نبی کی محفل، علی کی بزم میں اور میدان کربلا کی رزم میں نظر آتی ہے۔ وہ شیعیت جس کا مشاہدہ اللہ کے قرآن، چودہ کے فرمان، نینوا کے میدان، اور اسیروں کے کاروان میں کیا جا سکتا ہے۔

ہم یہ بھی خبر رکھتے ہیں کہ ماضی میں جس کسی نے خرافات و بدعات کے خلاف اصلاح احوال کی خاطر کوئی عملی قدم اٹھایا تو باطل نواز قوتوں کے بدکردار و اشرار جہلاء نے اس کے خلاف بکواسات کی توپوں کے دہانے کھول دیے۔ ابلیس اور اس کے اعوان و انصار نے راہ حق میں روڑے اٹکا کر باطل نواز قوتوں کو ان کے مقابلے میں لاکھڑا کیا کہ وہ اپنے مقدس مقصد میں

باقی صفحہ ۴۴ پر

باب المتفرقات

قسط نمبر ۱۴

خلافت قرآن کی نظر میں

تحریر: محقق عصر مولانا سید محمد حسین زیدی برسی مدظلہ چنیوٹ

پیغمبر اکرمؐ کا وعدہ استخلاف کیسے پورا ہوا

بنی اسرائیل کا استخلاف فی الارض جس طرح ہوا تھا اس کو ہم سابقہ عنوان میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، بنی اسرائیل کے اس استخلاف فی الارض کے لیے خدا نے جو دوسرے الفاظ استعمال کیے تھے وہ یہ تھے کہ:

واورثناھا قوما آخرین (دخان:۲۸)

یعنی ہم نے فرعونوں اور اس کی قوم کی زمینوں، مکانوں، باغوں اور چشموں وغیرہ کا دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔ پس جس طرح بنی اسرائیل کو کافروں کی ہلاکت کے بعد ان کی زمینوں، مکانوں اور مالوں کا وارث بنا کر قدرت نے ان سے کیے ہوئے وعدہ استخلاف کو پورا کیا تھا، اسی طرح پیغمبر پر ایمان لانے والوں کو بھی خدا نے کافروں کو ہلاک کر کے ان کی زمینوں، مکانوں اور مالوں کا وارث بنا کر اس وعدہ استخلاف کو پورا کیا ہے اور اس کا سورہ احزاب آیت ۲۵ پارے ۲۱ میں مفصل طور پر اس طرح بیان ہوا ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ط وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (۲۵) وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (۲۶) وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (۲۷) (الاحزاب ۲۵تا۲۷)

اور اللہ نے جنگ خندق میں تمام کافروں کو ان کے غصے کی حالت میں لوٹا دیا کہ وہ کسی مراد کو نہ پہنچے اور اللہ نے مومنوں کو لڑائی کی نوبت ہی نہ آنے دی اور اللہ صاحب قوت اور غلبہ والا ہے، اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ تم ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے، اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے تھے اور تم کو ان کی زمینوں کا اور ان کے مکانوں کا اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور ایسی ایسی زمینوں کا تمہیں وارث بنایا جس پر تمہارے کبھی قدم بھی نہ پہنچے تھے اور اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ مومن ہی ہو کسی کافر کو خود سے قتل کر کے اس کے مال کا مالک اور وارث نہیں بن سکتا، البتہ جب خدا کا حکم آ جائے اور اس کی حکومت کے اقتدار اعلیٰ کے نمائندے یعنی پیغمبر کے حکم سے کفار کو قتل کر کے یا کسی اور عذاب کے ذریعہ کافروں کو ہلاک کر کے ایمان لانے والوں کو ان کی زمینوں،

مکانوں اور مالوں کا مالک و وارث اور جانشین بنا دیا جائے تو یہ ایک جائز وراثت اور جانشینی ہوگی اور اسی کا خدا نے اپنے حبیبؐ کے ذریعے ایمان لانے والوں سے وعدہ کیا تھا۔

مدینہ منورہ وہ مقام تھا جو اپنی زرخیزی کے لحاظ سے تمام علاقوں کی نسبت سب سے زیادہ ممتاز تھا، اس کو قدیم الایام میں اہل کتاب یعنی یہود نے یثرب کے نام سے آباد کیا تھا، وہی اس کے آبادکار تھے اور مدینہ اور اس کے گردونواح کی تمام زرخیز زمینوں کے وہی مالک تھے۔ یہود بنی نضیر کی بستیاں، یہود بنی قریظہ کی بستیاں، یہود بنی قینقاع کی بستیاں، اور یہودیان خیبر کی بستیاں اور ان کا زرخیز و سرسبز شاداب علاقہ انہی یہودیوں کی ملکیت تھا، وہی ان کے مالک تھے اور وہی ان کے کاشتکار تھے۔ اس لیے یہاں کی اقتصادیات پر مکمل طور پر یہودیوں کا کنٹرول تھا، ان کی جنگی قلعہ بندیاں تھیں اور سود کے کاروبار میں وہ اتنے آگے بڑھ گئے تھے کہ انھوں نے انسانوں تک کی رہن بیع کی معاملت جاری کی ہوئی تھی۔ ان یہودیوں کا ایمان نہ لانا اور اظہار عداوت اور شرارتیں کرتے رہنا اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت پر کمربستہ رہنا علم الٰہی میں معلوم ہو چکا تھا۔ لہٰذا قدرت کی طرف سے ان میں سے بعض کی جلاوطنی اور بعض کا عذاب قتل کے ذریعہ ہلاک کیا جانا مقدر ہو چکا تھا۔ جس کو خداوند تعالیٰ نے سورہ حشر رکوع ۱، اور سورہ احزاب رکوع ۳ میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ چونکہ یہودیوں کے لیے جلاوطنی یا ہلاکت کا عذاب اس طرح مقدر ہو چکا تھا جس طرح فرعون اور اس کی قوم کے لیے غرق کے ذریعہ ہلاکت کا عذاب مقدر ہوا تھا، لہٰذا جس طرح خدا نے موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل سے ان کے دشمن کی ہلاکت کے بعد ان کی زمینوں کا مالک کل بنا دینے کا وعدہ کیا تھا جو یہ تھا کہ:

عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض

قریب ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں ان کا جانشین اور وارث بنا دے گا، اسی طرح یہاں بھی خداوند تعالیٰ نے مثیل موسیٰ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ ایمان لانے والوں سے ان کے دشمن یعنی یہودیوں کی جلاوطنی اور ہلاکت کے بعد ان کی زمینوں، مکانوں اور مالوں کا مالک و وارث بنا دینے کا وعدہ فرمایا تھا جو پورا ہو گیا اور ایمان لانے والوں میں ان کی زمینیں، مکانات اور تمام مال و اسباب تقسیم کر کے ان کو ان کا مالک و وارث اور ان کا جانشین بنا دیا گیا۔ چنانچہ جس طرح بنی اسرائیل کے استخلاف کے وعدہ کے پورا ہونے پر قدرت نے یہ کہا تھا کہ:

و اورثنا ھا قوما آخرین (دخان:۲۸)

یعنی ان تمام چیزوں کا جو فرعون اور اس کی قوم نے چھوڑا تھا، دوسروں (یعنی بنی اسرائیل) کو ان کا وارث بنا دیا، اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کے استخلاف کے وعدہ کے پورا ہونے پر بھی قدرت نے وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ:

و اورثکم ارضھم و دیارھم و اموالھم و ارضا لم تطئوھا

یعنی اللہ نے تم کو ان (یہودیوں) کی زمینوں، مکانوں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا، اور ایسی

زمینوں کا تم کو وارث بنایا جس پر تمہارے کبھی قدم بھی نہیں پہنچے تھے۔ (الاحزاب: ۲۷)

اس واقعہ کا مختصر حال اس طور پر ہے کہ جنگ خندق میں جسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں تمام قبائل کفر جمع ہو کر اسلام کو مٹانے کے لیے حملہ آور ہوئے تھے جس میں یہود بنی قریظہ بھی شامل تھے، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۲۵ میں غزوہ خندق کی مختصر طور پر تصویر کشی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کے تمام کفار غصہ کی حالت میں بے نیل و مرام واپس لوٹ گئے۔ کتنے جوش وخروش کے ساتھ کل کفر مجتمع ہو کر اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے آیا تھا، لیکن حضرت علیؑ نے کل اسلام اور کل ایمان بن کر کل کفر کے پاؤں اکھاڑ دیے اور عمر بن عبدود کے قتل ہو جانے کے بعد تمام کے تمام گروہ کفر بھاگ کھڑے ہوئے اور دوسرے مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ اس کے بعد جب یہود بنی قریظہ جو عہد شکنی کر کے جنگ احزاب میں کفار کے ساتھ شریک ہو کر لڑنے آئے تھے، اپنے قلعوں میں پہنچ گئے اور رسول اللہؐ واپس مدینہ تشریف لے آئے تو خدا کی طرف سے وحی کے ذریعے پیغمبرؐ کو یہود بنی قریظہ کی بیخ کنی کا حکم ہوا۔ لہٰذا پیغمبرؐ نے خدا کے حکم سے قلعہ کے چاروں طرف اپنا لشکر اتار دیا اور تین دن تک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ اس عرصہ میں کسی نے قلعہ سے سر باہر نہ نکالا، یہاں تک کہ جب محاصرہ ان پر گراں گزرا تو وہ لوگ قلعہ سے باہر نکل آئے اور سب نے پیغمبر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیے۔ پیغمبرؐ نے حکم دیا کہ مردوں کی مشکیں باندھ لی جائیں اور عورتیں ان سے جدا کر دی جائیں، پس پیغمبرؐ کے حکم کے مطابق وہ سب کے سب مرد جن کی تعداد سات سو تھی، رسیوں میں جکڑ لیے گئے اور عورتیں ان سے علیحدہ کر دی گئیں۔ اس کے بعد انہی کے مقرر کردہ ثالث کے فیصلہ کے مطابق، جو یہ تھا کہ ان کے سارے کے سارے مرد قتل کر دیے جائیں اور عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور ان کا مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تمام کے تمام یہود بنی قریظہ قتل کر دیے گئے اور مسلمانوں میں ان کی زمینوں، مکانوں اور مالوں کو تقسیم کر کے ان کو ان کے مالوں زمینوں اور مکانوں کا وارث و مالک و جانشین بنا دیا گیا۔

اس واقعہ کو قدرت نے سورۂ احزاب کی آیت ۲۶ اور ۲۷ میں واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، جو سابقہ اوراق میں نقل ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ خلافت نہ تو کوئی منصب ہے اور نہ ہی کوئی خدائی عہدہ، لہٰذا اس پر کسی شخص یا طبقہ یا پوری قوم کے دعوے کی بات کہنا بالکل بے ہودہ فضول غلط اور باطل خیال ہے۔ اور ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انسان خدا کا خلیفہ ہے حماقت کی انتہا اور اپنے پہلے سے قائم کیے ہوئے عقیدہ اور پہلے سے کیے ہوئے فیصلہ پر غلط طور پر قرآنی آیات کو چپکانا ہے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کا شہادت القرآن میں اس آیت سے اپنی نبوت پر استدلال بھی غلط اور باطل ہے اور مولانا مودودی کا خلافت و ملوکیت میں اور ان کے ہم خیال دوسرے تمام مفکرین کا اس آیت سے خلافت بمعنی عہدہ

ومنصب، استدلال بھی غلط اور باطل ہے۔ اور یہی وہ زہر ہے جو آج نسل نوجوان کو اسلامی نظریہ کے نام سے سکولوں، کالجوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پلایا جا رہا ہے۔ بہر حال ہمارے اب تک کے بیان سے ثابت ہوگیا کہ انسان خدا کا خلیفہ نہیں ہے اور نہ ہی خلافت کوئی منصب یا عہدہ ہے۔ البتہ مسلمانوں کی حکومتوں کے طرفدار اور اصطلاح کے مطابق درباری ملاں چونکہ مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو چودہ سو سال تک خلیفۃ اللہ ظل اللہ اور ظل سبحانی وغیرہ کہتے رہے ہیں، لہٰذا کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ مغرب کی جمہوریت کی یلغار کو دیکھ کر انہیں یہ شوق ہوا ہے کہ اسلام کو عین جمہوریت قرار دیں، لہٰذا وہ اپنے پہلے سے قائم کردہ عقیدہ پر قرآنی آیات کو چپکاتے چلے جا رہے ہیں اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دے رہے ہیں اور خلافت کو ایک منصب اور عہدہ قرار دے کر اپنی طرف سے اس کے اصول وضع کرتے جا رہے

> **مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو چودہ سو سال تک خلیفۃ اللہ ظل اللہ اور ظل سبحانی وغیرہ کہتے رہے ہیں**

ہیں۔ خلافت کو ایک منصب اور اسے ایک خدائی عہدہ ثابت کرنے کے لیے ہر انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دینے کا بطلان ہمارے اب تک کے بیان میں تفصیل کے ساتھ آ گیا ہے۔ خلافت کو ایک منصب اور اسے ایک خدائی عہدہ قرار دینے والوں کا دوسرا استدلال آیہ انا عرضنا الامانۃ میں واقع لفظ امانت یعنی خلافت آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو اس سب نے انکار کر دیا اور انسان نے اس بار امانت کو اٹھا لیا، پس انسان خدا کا خلیفہ ہے، لہٰذا آیئے اب اس آیت کے معانی میں غور کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ کیا واقعاً امانت سے مراد خدا کی خلافت ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

کامیاب نہ ہونے پائیں مگر قادر مطلق اللہ نے ہمیشہ ان کی فتنہ سامانیوں کو نیست و نابود اور داعیان حق کی دعوت کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر کے شیطانی گروہوں کو اپنے مذموم مقاصد میں ناکامی و نامرادی سے دوچار کر دیا۔ معصومینؑ کے روشن طور طریقے اور قابل عمل انداز و سلیقے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، لہٰذا ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے:

کہیں گے وہی بات سمجھیں گے جسے حق

آپ تمام صاحبان محراب و منبر، واعظین، ماتمیان، عزاداران اور بانیان کو دعوت دیتے ہیں کہ اٹھیں کمر ہمت باندھیں اللہ کی ذات پر توکل کر کے نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری کے مصداق بن کر ردّ شیخیت اور پرچار شیعیت کے لیے موثر کردار ادا کر کے اپنے مذہب کے مسلمہ عقائد و اعمال کو کروٹی بچھوؤں کی یلغار سے محفوظ فرمائیں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

طالب دعا غلام خاص آل عباس
ملک الطاف حسین دھول

باب المتفرقات

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام
ولادت باسعادت اور ابتدائی حالات

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

اگرچہ سرکار سید الشہداء علیہ السلام کی تاریخ ولادت باسعادت کے سلسلہ میں ارباب تاریخ میں قدرے اختلاف ہے مگر امامیہ کے نزدیک مشہور و منصور قول یہ ہے کہ ہجرت نبویؐ کے چوتھے سال بروز پنج شنبہ بتاریخ پانچ شعبان المعظم مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔

بعض علماء اعلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپؑ کی ولادت آخر ربیع الاول میں ہوئی، وھو لا یخلو من قوۃ من بعض الوجوہ فتامل۔

امام حسین علیہ السلام کی طہارت

جناب صفیہ بنت عبد المطلبؑ سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اس وقت میں جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں موجود تھی، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یا عمۃ ھلمی الی ابنی فقلت یارسول اللہ انا لم ننظفہ بعد فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "انت تنظفینہ ان اللہ قد نظفہ و طہرہ۔

پھوپھی جان میرا بیٹا مجھے لا دو۔ میں نے عرض کیا ابھی تک ہم نے مولود کو پاک و صاف نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اسے پاک کرو گی؟ اسے تو خدائے قدوس نے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔

مطھرون نقیات ثیابھم
تجری الصلوۃ علیھم کلما ذکروا

جب شہزادہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے لعاب دہن سے گھٹی ڈالی۔

اسم گرامی

بعض اخبار میں وارد ہے کہ جب آنجنابؑ کی ولادت ہوئی تو جناب سیدہؑ نے نام تجویز کرنے کے لیے مولود مسعود کو حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنجنابؑ نے فرمایا: میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت نہیں کرسکتا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: میں اپنے رب جلیل پر سبقت نہیں کرسکتا۔ اس اثناء میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور تحفہ درود و سلام کے بعد رب جلیل کا یہ پیام سنایا کہ ان علیا منک بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فسمہ باابن ھارون۔ چونکہ حضرت علیؑ کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا ان کے بیٹے والا نام رکھو۔ ان کا نام شبیر تھا، آپ عربی میں اس کا نام حسینؑ رکھیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس مولود کا نام

حسین رکھا۔ اس سے قبل جناب امام حسنؑ کی ولادت اور نام تجویز کرتے وقت بھی یہی صورت حال درپیش آئی تھی۔

عمران بن سلمان اور عمرو بن ثابت سے منقول ہے کہ الحسن و الحسین من اسامی الجنة و لم یکونا فی الدنیا۔ حسن اور حسین دونوں نام جنت کے ناموں میں سے ہیں۔ (شہزادگان کونین سے قبل) دنیا میں پہلے یہ نام کسی کے نہ تھے۔

رسم عقیقہ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عق عن الحسن بکبش و عن الحسین بکبش واعطی القابلة شیئا و حلق راسیھما یوم سابعھما و وزن شعرھما فتصدق بوزنہ فضة۔ جناب رسول خدا ﷺ نے جناب امام حسنؑ کا ایک مینڈھے کی قربانی کے ساتھ عقیقہ کیا، اسی طرح امام حسینؑ کا عقیقہ بھی ایک مینڈھے کی قربانی کے ساتھ کیا اور دایہ کو بھی کچھ (چوتھا) حصہ دیا اور ساتویں روز ان کے بال منڈوا کر ان کے ہم وزن چاندی راہ خدا میں خیرات کی۔

تعلیم و تربیت

بعض آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ ولادت امام حسینؑ کے وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا علیل الطبع ہو گئی تھیں، اس لیے آنجنابؑ کی کفالت حضرت ام سلمہؓ کے متعلق تھی۔ جناب رسول خدا ﷺ اپنا انگوٹھا مبارک یا زبان مبارک (باختلاف روایات) چُسا چُسا کر آنجنابؑ کی تربیت کرتے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت کے ضمن میں مروی ہے:

و حملت ستة اشھر ثم وضعته و لم یعش مولود قط لستة اشھر غیر الحسین بن علی علیھما السلام و عیسی ابن مریم فکفلته ام سلمة و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یاتیه کل یوم فیضع لسانه فی فم الحسین فیمصه حتی یروی فانبت اللہ لحمه من لحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و لم یرضع من فاطمة علیھا السلام و لا من غیرھا لبنا قط۔ الخ

یعنی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس مولود مسعود کے ساتھ چھ ماہ تک حاملہ رہیں، اس کے بعد آنجنابؑ کی ولادت ہوئی اور سوائے آنجنابؑ اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریم (بعض دوسری روایات میں بجائے عیسیٰؑ کے یحییٰؑ بن زکریا مذکور ہیں) کے چھ ماہ کا اور کوئی بچہ زندہ نہیں رہا۔ ان کی کفالت جناب ام سلمہؓ کے متعلق تھی۔ جناب رسول خدا ﷺ ہر روز شہزادہؑ کے پاس تشریف لاتے اور اپنی زبان مبارک ان کے دہن اقدس میں دے دیتے اور وہ اس قدر چوستے کہ سیر ہو جاتے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ شہزادہ کا گوشت و پوست آنحضرتؐ کے گوشت و پوست سے اگ آیا اور شہزادۂ کونین نے جناب سیدہؑ یا کسی اور عورت کا دودھ مطلقاً نہیں پیا۔ اس مولود مسعود کی طہارت و پاکیزگی اور خلق و مروت کا کیا کہنا، جس کی نشوونما لعاب رسولؐ چوس چوس کر ہوئی ہو۔

للہ مرتضع لم یرتضع ابداً
من ثدی انثی و من طه مراضعه

جناب صفیہؓ کا بیان ہے کہ جب میں نے ولادت کے بعد شہزادہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؐ نے ان کو زبان مبارک چسانا شروع کی تو فما کنت احسب رسول اللہ یغذوہ الا لبنا او عسلا۔ میں یہ خیال کرتی تھی کہ آنحضرتؐ شہزادہ کو دودھ یا شہد پلا رہے ہیں۔

ولادت امام پر زینت جنان و خمود نیران

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روز اس مولود مسعود کی ولادت ہوئی خداوند عالم نے مالک داروغہ جہنم کو حکم دیا کہ اس مولود کی کرامت میں آتش جہنم کو آج خاموش کردو اور رضوان جنت کو حکم دیا کہ جنت کی آرائش کو دوبالا کردو۔ حورالعین کو حکم دیا کہ اپنی آرائش جمال میں اضافہ کرو اور فرشتوں کو حکم دیا کہ مزید تسبیح و تقدیس کرو۔

ملائکہ کی مبارکبادی

بعض اخبار و آثار سے یہ بھی واضح و آشکار ہوتا ہے کہ اس مولود مسعود کی ولادت کے وقت جبرئیل امینؑ نے پروردگار عالم کے حکم سے بہت سے ملائکہ کی ہمراہی میں سرور عالمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ہدیہ مبارکباد پیش کیا۔ بعض آثار سے ان کی تعداد ایک ہزار اور بعض سے چار ہزار اور بعض سے اس سے بھی زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ بہرحال اس قدر تو واضح ہے کہ انا اعطینٰک الکوثر کی دوسری عملی تفسیر کے ظہور کے وقت ملائکہ مقربین نے نیابت ایزدی میں بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ تبریک پیش کیا اسی طرح بعض آثار سے اس مولود مسعود کی برکت سے بعض ملائکہ کے ترک اولیٰ کا معاف ہونا بھی مستفاد ہوتا ہے۔ فتدبر

ولادت امامؑ کے وقت گریۂ رسول مقبولؐ

بعض اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب جبرئیلؑ نے تہنیت کے ساتھ ساتھ سیدالشہداء علیہ السلام پر وارد ہونے والے مصائب و شدائد پر تعزیت مسنونہ بھی ادا کی تھی، جس پر جناب رسول خدا ﷺ روئے اور فرمایا: اتقتلہ امتی قال نعم یا محمد فقال النبی ما ھو "لا، یا امتی انا بری منھم واللہ عز و جل بری منھم فقال جبرئیل وانا بری منھم۔

کیا اسے میری امت قتل کرے گی؟ جبرئیل نے کہا: ہاں یارسول اللہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ لوگ میری امت سے نہیں ہوں گے۔ میں ان سے بری و بیزار ہوں اور خدا بھی ان سے بیزار ہے۔ جبرئیل نے کہا اور میں بھی ان سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ جناب سیدہؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ فھناھا و عزاھا فبکت فاطمۃ۔ اور اس مولود مسعود کی مبارکباد پیش کی اور تعزیت بھی ادا فرمائیں جس پر جناب سیدہؑ رونے لگیں۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے روتے ہوئے تین بار فرمایا: لعن اللہ قوما ھم قاتلوک یابنی۔ اے بیٹا خدا اس قوم پر لعنت کرے جو تجھے قتل کرے گی۔

اللھم العن قتلۃ الحسین و اصحابہ و آلہ

جس مظلوم پر جناب رسول اکرم ﷺ نے قبل شہادت بلکہ بوقت ولادت گریہ و بکا کیا ہو، بعد از شہادت اس کی مظلومیت پر اہل ایمان کیوں اشک غم نہ بہائیں۔

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

شمائل نبویہ کی تقسیم

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ ان فاطمة علیہا السلام اتت بالحسن و الحسین علیہما السلام الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و قالت انحل ابنی ھذین یا رسول اللّٰہ و فی روایة ھذان ابناك فورثھما شیئا فقال اما الحسن فلہ ھیبتی وسوددی و اما الحسین فان لہ جرأتی و جودی۔ جناب سیدہ ایک مرتبہ اپنے دونوں شہزادوں کو بارگاہ نبویؐ میں لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ان لڑکوں کو کچھ عطا فرمایئے۔ دوسری روایت کے مطابق یوں عرض کیا: یا رسول اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، انھیں کچھ (فضل و کمال) بطور وراثت عطا فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میری ہیبت و سرداری حسنؑ کے لیے ہے اور میری جرأت و دلیری اور سخاوت حسینؑ کے لیے ہے۔

یہ حسینی جرأت و بہادری کا ہی تو کرشمہ ہے کہ

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

محبت رسول ثقلینؐ بہ امام حسینؑ

جناب رسول خدا ﷺ کو اپنے نواسوں بالخصوص اس سبط اصغر سے جو الفت و محبت تھی وہ عیاں را چہ بیاں کی مصداق ہے۔ آنحضرتؐ کی خلوت ہو یا جلوت اور بحالت فرصت ہو یا مشغولیت، ہنگام وعظ و نصیحت ہو یا اوقاتِ عبادت و اطاعت، غرضیکہ ہر حال میں ان کی محبت و مودت کے تذکرے اور عملی مظاہرے جاری رہتے تھے۔ تمام امت کو بھی ہر وقت ان کی محبت و مودت کی تاکید فرماتے تھے۔

کبھی اس محبت کا یوں اظہار فرماتے: الحسن و الحسین ریحانتانی من الدنیا۔ حسنؑ و حسینؑ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

کبھی فرماتے: اللھم انی احب حسینا فاحب من احب حسینا۔ بار الہا میں حسینؑ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس شخص سے محبت کر جو میرے حسینؑ سے محبت کرے۔

کبھی یوں فرماتے: الحسین منی و انا من الحسین حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ یعنی میرا نام اور کام حسینؑ کی وجہ سے باقی رہے گا۔

کبھی اس طرح فرماتے: من احب الحسن و الحسین فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی۔ جس شخص نے ان دونوں شہزادوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ جناب سیدہؑ کے گھر کے پاس سے گزرے، اندر سے حسینؑ کے رونے کی آواز آئی۔ آنحضرتؐ تشریف لے گئے اور جناب سیدہؑ سے فرمایا: الم تعلمی ان بکائہ یوذینی۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ نہ معلوم اس وقت پیغمبر اسلام ﷺ کے قلب و جگر میں کیا کیفیت ہوئی ہوگی، جب یہی حسینؑ میدانِ کربلا میں سب اعزا و انصار راہ حق میں قربان کرنے کے بعد یکا و تنہا رہ گئے تھے اور آوازِ استغاثہ بلند کر رہے تھے اور خیام حسینی سے آواز گریہ و بکا بلند ہو رہی تھی، جس سے امام کا جگر شق ہو رہا تھا۔

یہ بھی متعدد احادیث میں وارد ہے کہ جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت نماز سجدہ میں جاتے تو شہزادے ان کی پشت مبارک پر سوار ہوجاتے اور آنحضرتؐ سجدہ کو طویل کردیتے۔

رسول خدا کا اپنے بیٹے ابراھیم کو اپنے نواسہ حسینؑ پر قربان کرنا

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ تمام خونی رشتوں میں انسان کو اولاد سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نواسہ حسین علیہ السلام سے جو محبت تھی اس کی معراج کمال کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے اپنے عزیز بیٹے ابراہیم کو اپنے نواسے پر قربان کردیا۔ چنانچہ ابن عباس بیان کرتے ہیں:

میں بارگاہ رسالتؐ میں موجود تھا، آنحضرتؐ کا فرزند ابراہیم آپؐ کی بائیں ران پر اور نواسہ حسینؑ دائیں ران پر بیٹھا تھا۔ آپؐ کبھی اِسے بوسہ دیتے اور کبھی اُسے۔ اسی اثنا میں جناب جبرئیل پروردگار عالم کی وحی لے کر نازل ہوئے۔ جب آنحضرتؐ کی حالت وحی ختم ہوئی تو ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل میرے پروردگار کا یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ خدا تحفہ درود وسلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ میں دونوں کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا، لہٰذا ایک کو دوسرے پر قربان کیجیے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی طرف دیکھا اور رو کر فرمایا: ابراہیم کی ماں کنیز ہے اگر یہ مرگیا تو اس پر مجھے ہی حزن وملال ہوگا لیکن حسینؑ کی ماں فاطمہ اور باپ علیؑ ہے جو میرا عم زاد اور میرا گوشت و پوست ہے، لہٰذا حسینؑ کی موت پر میری بیٹی، میرا ابن عم اور میں خود سب سوگوار ہوں گے، اس لیے میں تنہا اپنے حزن کو ان دونوں کے رنج والم پر ترجیح دیتا ہوں۔ پھر جبرئیل کو خطاب کرکے فرمایا: جبرئیل میں ابراہیم کو حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ تین دن کے بعد ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرتؐ کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب بھی حسینؑ کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتے تو ان کو پیار کرتے، چومتے، سینے سے لگاتے اور فرماتے: میں اس پر نثار جس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کردیا ہے۔

آنحضرتؐ اپنے اس پارہ جگر کو اس طرح پیار کرتے تھے اور اس کو خوش کرتے تھے کہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے قدم مبارک پر کھڑا کرتے تھے، اور ان سے فرماتے کہ اے میری آنکھوں کی روشنی آگے بڑھ۔ پس وہ بچہ آپؐ کے روئے مبارک کے قریب ہوجاتا تھا تو آپؐ ان کو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تھے اور ان کی آنکھوں کو اور منہ کو چوم لیتے تھے اور ان کی فرط محبت میں اپنے پروردگار سے عرض کرتے کہ پروردگارا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔

ارباب عقل و دانش جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی یہ شدید محبت محض خونی رشتہ کی بنا پر نہ تھی بلکہ یہ اس شہزادہ کے خداداد فضائل و کمالات اور مراتب و محامد صفات کا نتیجہ تھی جس کا وہ اپنے قول کے علاوہ عمل سے بھی ہر وقت و ہر حال میں برابر اظہار کرتے رہتے تھے۔

افسوس کہ امام حسین علیہ السلام کے لیے اس

لطف و محبت اور اس بے پایاں سکون اور اطمینان کی عمر طولانی نہیں ہو سکی۔ ابھی آپ کا سن سات برس کا بھی پورا نہ ہوا تھا کہ ربیع الاول ۱۱ھ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات واقع ہو گئی اور حسینؑ رسول خدا ﷺ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

تمام اہل اسلام پر محبت حسینؑ واجب ہے

اس بات پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ کی محبت اور اتباع ہر کلمہ گو پر واجب و متحتم ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے: ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ تمہارے لیے رسولؐ کا کردار نمونۂ عمل ہے۔ نیز ارشاد رب العباد ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خدا تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و مالہ و ولدہ و والدہ و الناس اجمعین۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان، مال، اولاد، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔

اب جس سے یہ واجب المحبت محبوبؐ محبت کرے اس کی محبت و مودت کیونکر واجب ہو گی؟ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ: من کان یحبنی فلیحب ابنی ھذین فان اللہ امرنی بحبھما۔ جو شخص بھی مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ میرے ان دونوں بیٹوں سے بھی محبت کرے، کیونکہ خلاق عالم نے مجھے ان کی محبت کا حکم دیا ہے۔

نیز بعض روایات میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: من احب الحسن و الحسین احببتہ و من احببتہ احبہ اللہ و من احبہ اللہ ادخلہ الجنۃ و من ابغضھما ابغضتہ و من ابغضتہ و بغضہ اللہ و من ابغضہ اللہ ادخلہ النار۔ جو شخص حسنؑ و حسینؑ سے محبت رکھے گا اس سے میں محبت رکھوں گا اور جس سے میں محبت رکھوں گا اس سے خدا محبت رکھے گا اور جس سے خدا محبت رکھے گا وہ اسے ضرور داخل جنت کرے گا اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اس سے میں دشمنی رکھوں گا اور جس سے میں دشمنی رکھوں گا اس سے خدا دشمنی رکھے گا اور جس سے خدا دشمنی رکھے گا اسے ضرور داخل جہنم کرے گا۔

جب بالاختصار سطور بالا میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کو اپنے اہل بیت سے بالعموم اور سرکار سید الشہداء سے بالخصوص انتہائی الفت و محبت تھی تو اب ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس سرکار سے محبت و مودت کرنا اپنا دینی و ایمانی فریضہ قرار دے اور یہی آیت مودت کا مفاد ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳) میں تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں تم سے کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا، ہاں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔

فریقین کی کتب تفسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو بعض صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ وہ آپؐ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے؟ فرمایا: وہ فاطمہؑ، علیؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

(سعادت الدارین فی مقتل الحسین صفحہ ۵۵ تا ۶۳)

باب المتفرقات

نقش زندگانی حضرت صاحب الامر علیہ السلام

تحریر: علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

ماہ شعبان ۲۵۵ھ کی پندرھویں تاریخ صبح جمعہ کی مسعود ترین ساعت تھی جب پیغمبر اسلامؐ کے آخری وارث اور سلسلہ امامت کے بارھویں اور آخری امامؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بعض علماء نے سال ولادت ۲۵۶ھ تو لکھا ہے لیکن معروف ترین روایت ۲۵۵ھ ہی کی ہے۔

والد ماجد امام حسن عسکریؑ تھے جن کی عمر مبارک آپ کی ولادت کے وقت تقریباً ۲۳ سال تھی اور والدہ گرامی جناب نرجس خاتون تھیں۔ جنھیں ملیکہ بھی کہا جاتا ہے۔

جناب نرجس خاتون دادھیال کے اعتبار سے قیصر روم کی پوتی تھیں اور ننیہال کے اعتبار سے جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰؑ کی نواسی ہوتی تھیں۔ اس اعتبار سے امام زمانہ ننیہال اور دادھیال دونوں کے اعتبار سے بلند ترین عظمت کے مالک ہیں اور آپ کا خاندان ہر اعتبار سے عظیم ترین بلندیوں کا مالک ہے۔

جناب نرجس کا روم سے سامرہ پہنچنے کی تاریخ دو حصوں میں بیان کی جاتی ہے۔ ایک حصہ سامرہ سے متعلق ہے اور ایک حصہ روم سے متعلق ہے۔ پہلے حصہ کے راوی جناب بشر بن سلیمان انصاری ہیں جو جناب ابو ایوب انصاریؓ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور دوسرے حصہ کی راوی خود جناب نرجس ہیں، جنھوں نے اپنی داستان زندگی خود بیان فرمائی ہے۔

پہلے حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام علی نقیؑ کے خادم کافور نے بشر بن سلیمان تک یہ پیغام پہنچایا کہ تمھیں امام علی نقیؑ نے یاد فرمایا ہے۔ بشر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم بردہ فروشی کا کام جانتے ہو۔ یہ ایک تھیلی ہے جس میں دو سو بیس اشرفی ہیں، اسے لے کر میرے خط کے ساتھ جسر بغداد تک چلے جاؤ، وہاں ایک قافلہ بردہ فروشوں کا نظر آئے گا، اس قافلہ میں ایک خاتون بہ شکل کنیز ہوگی، جس کی خریداری کی تمام لوگ کوشش کر رہے ہوں گے، لیکن وہ کسی کی خریداری سے راضی نہ ہوگی اور نہ اپنے چہرے سے نقاب اٹھائے گی۔ تم یہ منظر دیکھتے رہنا، جب تمام قیمت بڑھا کر عاجز ہو جائیں اور مالک پریشان ہو اور کنیز یہ کہے کہ میرا خریدار عنقریب آنے والا ہے تو تم مالک کو یہ تھیلی دے دینا اور کنیز کو یہ خط دینا جو اسی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ معاملہ خود بخود طے ہو جائے گا۔

جناب بشر بن سلیمان نے ایسا ہی کیا اور حرف بحرف امامؑ کی نصیحت پر عمل کیا، یہاں تک کہ معاملہ طے ہو گیا اور دو

سو بیس اشرفی میں اس خاتون کو حاصل کر لیا اور امام کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔

اس کے بعد جناب نرجس نے اپنی تاریخ زندگی یوں بیان کی ہے کہ میں ملیکہ قیصر روم کی پوتی ہوں، میری شادی میرے ایک رشتہ کے بھائی سے طے ہوئی تھی اور پورے اعزاز و احترام کے ساتھ محفل عقد منعقد ہوئی تھی، ہزاروں اعیان مملکت شریک بزم تھے لیکن جب پادریوں نے عقد پڑھنے کا ارادہ کیا تو تخت کا پایہ ٹوٹ گیا اور تخت الٹ گیا۔ بہت سے لوگ زخمی ہو گئے اور اسے رشتہ کی نحوست پر محمول کیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کے دوسرے بھائی سے رشتہ طے ہوا اور بعینہ یہی واقعہ پیش آیا جس کے بعد لوگ سخت حیران تھے کہ اس کے پس منظر میں کوئی بات ضرور ہے جو ہم لوگوں کی عقل میں نہیں آ رہی ہے کہ رات کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت رسول خداؐ اور مسیحؑ جمع ہیں، اور ایسا ہی دربار آراستہ ہے جیسا کہ میرے عقد کے موقع پر اس سے پہلے ہوا تھا۔ حضرت مسیحؑ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کا بے حد احترام کیا اور ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم آپ سے آپ کے وصی کی صاحبزادی ملیکہ کا رشتہ اپنے فرزند حسن عسکریؑ کے لیے طلب کر رہے ہیں، حضرت مسیحؑ نے بصد مسرت رشتہ کو منظور کر لیا اور میرا عقد ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اکثر خواب میں حضرت حسن عسکریؑ کو دیکھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضری کا راستہ کیا ہوگا تو ایک دن انھوں نے فرمایا کہ تمھارے یہاں سے ایک فوج جنگ پر جا رہی ہے، تم اس میں شامل ہو جاؤ۔ عنقریب اس فوج کو شکست ہوگی اور اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے گا۔ تم ان قیدیوں میں شامل ہو جانا اور ان کے ساتھ بغداد تک آ جانا، اس کے بعد میں تمھاری خریداری کا انتظام کر لوں گا۔ چنانچہ واقعہ ایسا ہی ہوا اور امام علی نقیؑ نے خریداری کا انتظام کر دیا اور جناب نرجس اس گھر تک پہنچ گئیں جس کے بعد انھوں نے اس واقعہ کی ایک کڑی کا ذکر کیا کہ میں اپنے عالم انوار کے عقد کے بعد مسلسل اس خواب کی تعبیر کے لیے پریشان تھی اور نوبت شدید بیماری تک پہنچ گئی تھی تو ایک دن خواب میں جناب مریمؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کو دیکھا اور ان سے فریاد کی کہ آخر آپؑ کے فرزند تک پہنچنے کا راستہ کیا ہوگا، جن کی خدمت کا شرف آپ کے پدر بزرگوار نے عنایت فرمایا ہے، تو آپؑ نے فرمایا کہ پہلے کلمہ اسلام زبان پر جاری کرو، اس کے بعد اس کا انتظام ہو جائے گا۔ (اس لیے کہ مسیحی مذہب خاتون سے عقد تو ہو سکتا ہے لیکن رب العالمین نے جس مقصد کے لیے اس رشتہ کا انتخاب فرمایا ہے اس کی تکمیل دین اسلام کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ نور الٰہی کسی غیر موحد رحم میں نہیں رہ سکتا ہے) چنانچہ میں نے ان کی ہدایت کے مطابق کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ جس نوجوان نے تم سے سامرہ پہنچنے کا وعدہ کیا تھا اسے پہچان سکتی ہو؟ عرض کیا بے شک۔ آپؑ نے امام حسن عسکریؑ کو پیش کیا، جناب نرجس خاتون نے فوراً

پہچان لیا اور آپؑ نے ان کو عقد کر کے اپنے فرزند کے حوالے کر دیا۔

(اس واقعہ میں عقد کی لفظ دلیل ہے کہ جناب نرجس کنیز نہیں تھیں، ورنہ اسلام میں کنیز کی حلت کے لیے عقد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تنہا کنیزی ہی اس کے حلال ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے جیسا کہ ان متعدد آیات قرآنی سے بھی ظاہر ہوتا ہے جن میں کنیزی کا تذکرہ ازواج کے مقابلہ میں کیا گیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ کنیزی الگ ایک شے ہے اور زوجیت الگ ایک شے ہے اور ایک مورد پر دونوں کا اجتماع ممکن نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کنیز ایک شخص کی کنیز ہو اور دوسرے کی زوجہ ہو، ورنہ ایک ہی جہت سے دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔)

اس کے بعد جناب حکیمہ بنت امام محمد تقی علیہ السلام بیان کرتی ہیں کہ ایک دن امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ آج شب کو آپ میرے یہاں قیام کریں کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کرنے والا ہے۔ میں نے عرض کی کہ نرجس خاتون کے یہاں تو حمل کی کوئی علامت نہیں۔ فرمایا کہ پروردگار اپنی حجت کو اس طرح دنیا میں بھیجتا ہے، جناب مادر حضرت موسیٰ کے یہاں بھی آثار حمل نہیں تھے اور بالآخر جناب موسیٰ دنیا میں آ گئے اور فرعونیوں کو خبر بھی نہ ہو سکی۔ چنانچہ میں نے امامؑ کی خواہش کے مطابق گھر میں قیام کیا اور تمام رات حالات کی نگرانی کرتی رہی، یہاں تک کہ میری نماز شب میں تمام ہو گئی اور آثار حمل نمودار نہیں ہوئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ نرجس نے خواب سے بیدار ہو کر وضو کیا اور نماز شب ادا کی اور اس کے بعد دردِ زہ کا احساس کیا، میں نے دعائیں پڑھنا شروع کیں۔ امام عسکریؑ نے آواز دی کہ سورہ انا انزلناہ پڑھیے۔ میں نے سورہ قدر کی تلاوت کی اور یہ محسوس کیا کہ جیسے رحم مادر میں فرزند بھی میرے ساتھ تلاوت کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے اور نرجس کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا، اور میں سخت پریشان ہو گئی کہ اچانک امام عسکریؑ نے آواز دی کہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ اب جو پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک چاند سا بچہ رو بقبلہ سجدہ ریز ہے اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے کلمۂ شہادت زبان پر جاری کر رہا ہے، یہاں تک کہ تمام ائمہؑ کی شہادت دینے کے بعد یہ فقرات زبان پر جاری کیے: خدایا میرے وعدہ کو پورا فرما، میرے امر کی تکمیل فرما، میرے انتقام کو ثابت فرما اور زمین کو میرے ذریعہ عدل و انصاف سے معمور کر دے۔

دوسری روایت کی بنا پر ولادت کے موقع پر بہت سے پرندے بھی جمع ہو گئے اور سب آپ کے گرد پرواز کرنے لگے کہ گویا آپ پر قربان ہو رہے تھے۔ آپ کے داہنے شانہ پر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا نقش تھا، اور زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی:

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔

اس کے بعد امام عسکریؑ کی ہدایت کے مطابق ایک پرندہ فرزند کو اٹھا کر جانب آسمان لے گیا اور

روزانہ ایک مرتبہ باپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، اور عالم قدس میں آپ کی تربیت کا مکمل انتظام تھا۔ یہاں تک کہ چند روز کے بعد جناب حکیمہ نے دیکھا تو پہچان نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھوپھی جان ہم اہل بیتؑ کی نشو و نما عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے۔ صاحبان منصب الٰہی کی نشوونما ایک ماہ میں ایک سال کے برابر ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب حکیمہ نے اس فرزند حسن عسکریؑ سے تمام صحف سماویہ اور قرآن مجید کی تلاوت بھی سنی ہے۔

(واضح رہے کہ وقت ولادت سورہ انا انزلناہ کی تلاوت کا شاید ایک راز یہ بھی تھا کہ اس سورہ میں ہر شب قدر میں ملائکہ آسمان سے امر الٰہی کے ساتھ نازل ہونے کا ذکر ہے اور یہ علامت ہے کہ ہر دور میں ایک صاحب الامرؑ کا رہنا ضروری ہے اور آج دنیا میں آنے والا اپنے دور کا صاحب الامر ہے۔)

محمد بن عثمان عمروی راوی ہیں کہ صاحب الامر کی ولادت کے بعد امام عسکریؑ نے بطور عقیقہ متعدد جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور دس ہزار رطل روٹی اور اسی مقدار میں گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

(واضح رہے کہ عقیقہ ایک جانور کی قربانی بھی کافی ہوتی ہے اور صرف عقیقہ کے گوشت کی تقسیم بھی کافی ہوتی ہے لیکن امام عسکریؑ نے متعدد جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور کافی مقدار میں گوشت اور روٹی کی تقسیم کا بھی حکم دیا، جس سے حضرت صاحب الامر کی خصوصیت اور ان کے امتیاز کے علاوہ اس نکتہ کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اس طرح آبادی کے ایک بڑے حصہ کو حضرت صاحب العصرؑ کی ولادت کی خبر ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر لوگ ان کی زیارت نہ بھی کر سکیں تو ان کے وجود کا انکار نہ کر سکیں گے اور چند سال کے بعد جب میرا انتقال ہو جائے گا تو کوئی یہ کہنے نہ پائے گا کہ حسن عسکری لاولد دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ صاحب الامر کی ولادت کی خبر کا عام ہونا ضروری تھا کہ اس سے پوری کائنات کا مستقبل وابستہ تھا اور اسی کے سہارے سارے صاحبان ایمان کو زندہ و سلامت رہنا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کل حکام جور اس کے وجود کا انکار کر کے مطمئن ہو جائیں اور صاحبان ایمان شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں۔)

یہ کام اگرچہ امام حسن عسکریؑ کے لیے انتہائی مشکل تھا کہ حکومت وقت کی طرف سے آپ کے گھر کی سخت ترین نگرانی کی جا رہی تھی، اور تمام تر کوشش یہی تھی کہ آخری حجت پروردگار دنیا میں نہ آنے پائے اور قدرت نے اس کے مقابلہ میں غیبت کا مکمل اہتمام بھی کر دیا تھا اور آپ نے بھی ولادت سے پہلے انتہائی راز داری سے کام لیا تھا لیکن اس کے باوجود جب صاحب الامر کو پرندہ (روح القدس) نے اپنی تحویل میں لے لیا اور ظالموں کے شر سے محفوظ ہو گئے تو آپ نے دوسرے فریضہ کو انتہائی اہم قرار دیا کہ قوم میں ان کی ولادت کا اعلان ہو جائے اور دنیا کو آخری وارث پیغمبرؐ کے نزول اجلال کا علم ہو جائے، چاہے اس کے نتیجہ میں حکومت وقت کی طرف سے کسی قدر بھی مشکلات اور مصائب برداشت کرنا پڑیں۔

من انکر خروج المھدی

اسلامی روایات کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ سرکار دوعالمؐ نے اپنے زندگی میں قیامت تک پیش آنے والے بیشتر واقعات کی وضاحت کردی تھی اور پروردگار کی طرف سے ترتیب پانے والے نظام ہدایت کی صراحت فرمادی تھی۔

آیت اولی الامر کی وضاحت کرتے ہوئے ان تمام افراد کے ناموں کا بھی تذکرہ کردیا تھا جنھیں پروردگار کی طرف سے منصب ہدایت تفویض ہوا تھا اور جن کے ذمہ صبح قیامت تک ہدایت عالم کی ذمہ داری تھی۔

اس سلسلہ میں ایک عنوان مہدی بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے جس کی بار بار تکرار کی گئی ہے اور جس کے ذریعہ امت کو سمجھایا گیا ہے کہ کائنات کے لیے ایک مہدی کا وجود لازمی ہے اور دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوسکتی جب تک کہ مہدی منظر عام پر آکر ہدایت عالم اور اصلاح امت کا فرض انجام نہ دیدے۔

لفظ مہدی کی تعبیر میں یہ نکتہ بھی پوشیدہ تھا کہ وہ ایسا ہادی ہوگا جو اپنی رہنمائی میں کسی کی ہدایت کا محتاج نہ ہوگا بلکہ اسے پروردگار عالم کی طرف سے ہدایت حاصل ہوگی اور وہ دنیا کی ہدایت کا فرض انجام دے گا۔

یہ بات امت اسلامیہ میں اس قدر واضح تھی کہ ہر دور کے مسلمان کو ایک مہدی کی تلاش تھی اور بسا اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگ خود ہی مہدی بن گئے یا سلاطین زمانہ نے اپنی اولاد کے نام مہدی رکھ دیے تاکہ امت کے درمیان جانے پہچانے لقب سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور انھیں یہ سمجھایا جاسکے کہ جس کی آمد کی خبر سرکار دوعالمؐ نے دی تھی وہ مہدی میرے گھر میں پیدا ہوچکا ہے۔

بالکل مہدی ہی کی طرح کا ایک عنوان قائم بھی تھا جس کا تذکرہ بار بار اور روایات میں وارد ہوا ہے اور اس کثرت سے وارد ہوا ہے کہ سلسلہ امامت کے درمیانی دور ہی سے امت کو ایک قائم کی تلاش شروع ہوگئی تھی اور جب بھی وہ حالات پیدا ہوگئے یا مظالم اس منزل پر آگئے جس منزل پر امت کے خیال میں قائم کا ہونا ضروری تھا، ایک قائم کی تلاش میں شدت پیدا ہوگئی اور لوگ بے چینی سے اس مصلح امت کا انتظار کرنے لگے جس کا قیام سے عالم انسانیت کی اصلاح ہوجائے گی اور دنیا کے حالات یکسر تبدیل ہوجائیں گے۔

بلکہ اکثر وبیشتر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ ائمہ معصومین کی بارگاہ میں حاضر ہوکر برجستہ یہ سوال کرتے تھے کہ کیا سرکار ہی قائم آل محمد ہیں؟۔ یا اپنے جس فرزند کی امامت کا اعلان کررہے ہیں اور اس کی طرف قوم کو متوجہ کررہے ہیں یہی قائم آل محمد ہے یعنی امت کے ذہن میں قائم کا تصور اور قائم کے ساتھ بساط ظلم و جور کے فنا ہوجانے اور عدل و انصاف کے قائم ہونے کا تصور اس قدر راسخ تھا کہ جہاں حالات سے پریشانی پیدا ہوئی اور عدل و انصاف کی ضرورت محسوس ہوئی وہیں قائم کی جستجو کا خیال صفحہ ذہن پر ابھر آیا، اور چوں کہ مرسل اعظمؐ نے ہادی امت کا تصور اپنی ہی نسل اور اپنے ہی خاندان کے بارے میں دیا تھا اس لیے لوگ

اسی خاندان میں تلاش کرنے لگتے اور اس کی ہر فرد سے اصلاح کی آخری امید وابستہ کر کے اسے قائم کے لقب سے یاد کرنے لگتے۔

ائمہ معصومینؑ نے بھی یہ اہتمام برقرار رکھا کہ ایک طرف یہ وضاحت کرتے رہے کہ ہم قائم نہیں ہیں، یا ابھی آل محمد کے قیام کا وقت نہیں آیا، قائم اس کے بعد آنے والا ہے اور دوسری طرف جہاں بھی لفظ قائم زبان پر آیا وہیں سروقد کھڑے ہو گئے اور گویا کہ ایک طرح کا فرض تعظیم بجا لائے جس کا ظاہری تصور یہی تھا کہ قائم ایسی باعظمت شخصیت کا نام ہے جس کے تذکرہ پر اس کے آباء واجداد بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور تعظیم و تکریم کا انداز اختیار کر لیتے جس طرح کہ عظمت زہراءؑ کے اظہار کے لیے مرسل اعظمؐ قیام فرماتے تھے لیکن حقیقی اعتبار سے اس کا ایک دقیق تر نکتہ یہ بھی تھا کہ ائمہ معصومینؑ اس طرز عمل کے ذریعہ قوم کے ذہن میں یہ تصور راسخ کرنا چاہتے تھے کہ قائم کا کام تنہا قیام کرنا نہیں ہے کہ وہ اپنے قیام و جہاد کے ذریعہ سارے عالم کی اصلاح کر دے اور امت خاموش تماشائی بنی رہے، جس طرح کہ قوم موسیٰ نے جناب موسیٰ سے کہا تھا کہ آپ اور ہارون جا کر اصلاح کر فرض انجام دیں، ہم یہاں بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ائمہ معصومینؑ کو بنی اسرائیل کا یہ قعود اور ان کی بے حسی اسی قدر ناگوار تھی کہ آپ اپنی قوم کو اس کے بالکل برعکس انداز میں تربیت دے رہے تھے کہ وہاں نبی خدا قیام کے لیے آمادہ تھا اور قوم بیٹھی ہوئی تھی اور یہ ۔۔۔ قیام کی شان یہ ہے کہ ابھی صرف اس کے نام قائم کا ذکر آیا ہے اور ہم اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ تمہارے ذہن میں یہ تصور راسخ رہے کہ جب وہ ظاہر بظاہر تمہارے سامنے آجائے اور قیام کے لیے آمادہ ہو جائے تو خبردار تم خاموش نہ بیٹھے رہ جانا اور تمہاری حیثیت ایک تماشائی کی نہ ہو جائے، بلکہ تمہارا فرض ہے کہ جیسے ہی وہ قیام کا ارادہ کرے تم بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اصلاح عالم کی مہم میں اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ، ورنہ صرف کسی کے نام آجانے پر اس کے بزرگوں کا کھڑا ہو جانا کوئی دقیق توجیہ نہیں رکھتا ہے۔ صدیقہ طاہرہؑ کے لیے پیغمبر اسلام کا قیام ان کی تشریف آوری پر ہوتا تھا، ان کے نام پر نہیں اور ائمہ معصومینؑ کا یہ قیام بھی باقی القاب و خطابات سے وابستہ نہیں تھا، بلکہ صرف لفظ قائم سے وابستہ تھا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ ان کے نام پر قیام مطلوب ہے اور اس شخصیت کے ساتھ شریک قیام و جہاد ہونا اسلامی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔

علماء اعلام کی تعلیم اور ان کا طریقہ کار آج بھی یہی ہے کہ جب وارث پیغمبر کا ذکر اس لقب کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور حضور کی خدمت میں زبان حال سے عرض کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ قیام کے لیے تیار ہیں، بس آپؑ کے ظہور و قیام کی دیر ہے، اس کے بعد ہم آپ کی خدمت میں رہیں گے اور اصلاح عالم کی مہم میں آپ کی ہر امکانی مدد کریں گے۔

اللہم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرج آل محمد

☆ قرآنِ کریم میں ارشادِ ربّ العزت ہے:

قُل هَل يَستَوِي الَّذِينَ يَعلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعلَمُونَ

کہہ دو (اے نبیؐ) کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں؟ (سورہ زمر: آیہ ۹)

☆ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلعِلمُ ضَالَّةُ المُؤمِنِ

حکمت اور علم و دانش مومن کی گم گشتہ شے ہے۔

☆ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لا کنز انفع من العلم

علم سے بڑھ کر فائدہ مند کوئی خزانہ نہیں ہے۔

☆ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان طالب العلم یستغفر له کل شئ حتی الحیتان فی البحر.

طالبِ علم کے لیے دُنیا کی ہر شے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی بخشش کی دعا کرتی ہیں۔

☆ علم و ہنر آدمی کی زینت ہوتا ہے۔

قیمت ہر کس بقدر علم اوست
ہم چنیں گفتہ است امیر المومنینؑ

ہر شخص کی قدر و قیمت اس کے علم کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

☆ یقیناً ہر شخص کی زندگی علم سے ہے۔ (فردوسی)

☆ اے انسان آپ تعلیم کے ذریعہ بلندی پر جا سکتے ہیں۔ (اوحدی)

نیست آب حیات جز دانش
نیست باب نجات جز دانش

علم کے بغیر آبِ حیات نہیں ہے۔ علم کے بغیر نجات کا دروازہ نہیں ہے۔ (اوحدی)

خشم و شہوت جمال حیوان است
علم و حکمت کمال انسان است

غصہ و شہوت حیوان کے لیے جمال ہے۔ علم و حکمت انسان کے لیے کمال ہے۔ (سنائی)

علمی محافل کا مقام

مدینہ منورہ میں انصار (حضورِ اکرم کی ہجرت پر جن اہلِ مدینہ نے آپؐ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا، انھیں اصطلاح میں انصار کہتے ہیں۔) میں سے ایک شخص حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے پوچھا: اے رسولِ خدا بیان فرمائیں کہ اگر کسی شخص کا جنازہ تیار ہو چکا ہو، اسے دفن کرنے کے لیے اٹھایا جا رہا ہو اور ادھر سے علمی محفل بھی برپا ہو جس میں شریک ہو کر فائدہ مند ہوا جا سکتا ہے، وقت کی صورتحال بھی اس طرح ہے کہ ان دونوں میں سے ایک میں شرکت ممکن ہے، آپؐ کو کونسا امر پسندیدہ ہے کہ کس طرف شرکت کی جائے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر جنازہ کے امور انجام دینے کے لیے کچھ اور لوگ موجود ہوں تو آپ محفل علم میں شریک ہوں۔ کیونکہ محفل علم میں شریک ہونا ہزار بیماروں کی عیادت اور ہزار راتوں کی عبادت، ہزار روز کے روزہ، ہزار درہم کے صدقہ اور ہزار غیر واجب حج، ہزار غیر واجب جہاد سے کہیں بہتر ہے۔ ایک عالم کے حضور حاضری جیسے بلند مرتبہ عمل کو یہ سارے اعمال اجر و مفاد میں نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اطاعت خداوندی کا وسیلہ علم ہے اور علم ہی کے وسیلہ سے عبادت خدا انجام پاتی ہے۔ دنیا و آخرت کی خیر و خوبی علم کے ساتھ مربوط ہے، اور شر دنیا و آخرت جہالت کی وجہ سے ہے۔

حضور اکرم کا انتخاب

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ کو دو گروہ نظر آئے جو دو ٹولیوں کی شکل میں مل کر بیٹھے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے ارد گرد دائرہ کی شکل میں بیٹھے کسی کام میں مشغول نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ مشغول عبادت و ذکر خدا تھا۔ اور دوسرا گروہ تعلیم و تعلم میں مصروف تھا۔ یعنی کچھ سیکھ رہے تھے تو دوسرے سکھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی طرف دیکھا اور پھر دونوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور صحابہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: یہ دونوں گروہ اچھے کام میں مصروف ہیں۔ یہ دونوں خیر و خوبی میں مصروف ہیں۔ خوش بخت ہیں لیکن مجھے سکھانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ میرا کام تعلیم و تربیت ہے۔ پھر تعلیم و تعلم کے کام میں مشغول گروہ کی طرف بڑھے اور ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔

تعلیم و تعلم کے مقام

ایک خاتون حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا: میری والدہ کمزوری کا شکار ہیں اور نماز کے مسائل میں بعض مشکلات سے دو چار ہیں۔ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ سے بعض مسائل دریافت کروں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے اس کے مسائل کا جواب دیا۔ اس خاتون نے کچھ اور مسائل بھی پوچھے، حتیٰ کہ دس مسئلے ہو گئے۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے سارے مسائل کا جواب اسے سمجھایا۔ سوالات کرنے والی خاتون نے شرمندگی محسوس کی اور عرض کیا: اے دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس اب آپ کو زیادہ تکلیف نہ دوں۔

بی بی سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ اگر کچھ اور پوچھنا ہے تو بھی پوچھ لیں۔ میں آپ کے تمام سوالات کا اطمینان خاطر سے جواب دوں گی۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کوئی بھاری سامان اٹھانے کے لیے اجیر قرار دے اور اس کی اجرت ایک لاکھ دینار ہو تو کیا ایسے مزدور کو تھکن محسوس ہوگی؟

عورت نے عرض کیا: نہیں بنت رسول خدا وہ نہیں تھکے گا کیونکہ اسے زیادہ اجرت مل رہی ہے۔

بی بی نے فرمایا: خداوند متعال مجھے ہر مسئلہ کے جواب کے بدلہ میں اس زمین و آسمان کے درمیان بھرے مروارید سے بھی کہیں زیادہ اجر و ثواب عطا

فرمائے گا، تو پھر میں کیونکر مسائل کا جواب دینے میں تکلیف محسوس کر سکتی ہوں۔ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے، فرمایا: میرے پیروکاروں میں سے علماء جب بروز محشر محشور ہوں گے تو خداوند متعال انھیں ان کے علوم اور ہدایت کے راستہ کی کاوشوں کے مطابق اجر و ثواب عنایت فرمائے گا۔ انھیں ہر کسی کو دس لاکھ حلہ نور کا عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ندا دے گا کہ اے یتیمان آل محمد کی سرپرستی کرنے والے عالمو تم نے اس وقت ان کی دینی سرپرستی کی جب ان کی ان کے دینی سرپرست تک رسائی ممکن نہ تھی اور انھیں تمہارے علم کی روشنی سے راستہ ملا۔ ان کے لیے دینداری کی زندگی گزارنا ممکن ہوئی۔ اب انھیں اسی قدر کہ جس قدر انہوں نے تمہارے علوم سے استفادہ کیا تھا، ہر کسی کو اسی قدر پوشاک دیدو، حتیٰ کہ بعض اہل علم کے علوم سے استفادہ کرنے والوں کو لاکھ لاکھ پوشاک نورانی بھی عطا ہوگی۔ نورانی پوشاکوں کی تقسیم کے بعد خداوند متعال کا حکم صادر ہوگا، دوبارہ ان علماء کو نورانی پوشاک دو تاکہ ان کی نورانی پوشاک مکمل ہوسکے۔ پھر حکم ہوگا جتنا دیا گیا ہے اس کے دو برابر دوبارہ دیدو۔ اسی طرح اہل علم کے شاگردوں کے بارے اور ان کے بارے کہ جنھوں نے شاگردوں کے شاگردوں کی تربیت کی ہوگی۔ اور اسی طرح تا آخر۔

پھر بی بی دو عالم سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے خاتون اے کنیز خدا ان پوشاکوں کا ایک ایک دھاگا اس کائنات کی تمام ان چیزوں سے کہ جن پر خورشید روشنی ڈالتا ہے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ دنیاوی امور میں مشقت ضروری ہے لیکن آخرت کی نعمتوں میں عیب و نقص نہیں ہے۔

(داستانہائے بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۶۱ و ۶۲)

ہمیشہ ساتھ رہنے والی دولت

عالم ربانی و مرد روحانی جناب مرحوم میرزا قی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک مرتبہ اتفاق سے ایک حمام میں بادشاہ سے ملاقات ہوگئی۔ جناب میرزا قیؒ نے بادشاہ فتح علی قاچار سے فرمایا: لشکر کدھر ہے۔ جاہ و حشم، ثروت و دولت کہاں ہے۔ اکیلے کیسے آگئے؟۔

فتح علی شاہ نے کہا: قبلہ دولت و جاہ و حشم ایسی شئے تو نہیں جو حمام میں ساتھ آئے۔

میرزا صاحب نے فرمایا: میں جس دولت و سرمایہ کا مالک ہوں وہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہے۔ میرا علم حمام میں بھی میرے ساتھ ہوتا ہے۔ چونکہ میرے سینہ میں ہے اور قیامت تک ہر جگہ میرے ہمراہ ہوگا۔ قبر میں بھی میرے ساتھ ہوگا، حشر میں بھی میرے ہمراہ ہوگا۔

جوانی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے ایسے جوان پسند ہیں کہ جن کا ہر دن دو طرح سے شروع ہوتا ہو، یا عالم ہوں یا متعلم ہوں۔ اور اگر نہ عالم ہوں نہ متعلم تو ایسے افراد اپنے فریضہ میں کوتاہی کرنے والے ہیں۔ میری نظروں میں اپنے وظیفہ میں کوتاہی کرنے والے جوانی کو ضائع کرنے والے ہیں۔ جوانی ضائع کرنا گناہ ہے۔ مجھے اپنے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے رب کی قسم گناہ گاروں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(داستانہائے بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۶۱ و ۶۲)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ شَهِيْدًا، مَغْفُوْرًا، تَآئِبًا

اخبار غم

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کوٹلی پیراں نزد پنڈ دادن خان والی ضلع جہلم کے مشہور خاندان راجگان کو عظیم صدمہ

❶ یہ خبر غم اثر بڑے دکھ درد کے ساتھ شیعی دنیا میں سنی جائے گی کہ کوٹلی کے مشہور شریف و نجیب خاندان راجگان کے چشم و چراغ جناب برگیڈیئر راجہ محمد علی خان مختصر علالت کے بعد دار الفنا سے دار البقاء کی طرف انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حاجی و زوار تھے، عبادت گزار تھے، شریف النفس، عفیف الطبع تھے اور مخلوق خدا کے غمگسار اور انتہائی کم گو مگر انتہائی ملنسار تھے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

الغرض آپ پورے خاندان کے گل سرسبد تھے۔ ان کی موت سے بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے، جوار ائمہ طاہرینؑ میں مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے اور ان کے عظیم بھائیوں جناب راجہ ریاض حسین صاحب، راجہ محمد عبداللہ صاحب برگیڈیئر راجہ امتیاز حسین صاحب اور مولانا راجہ مظہر حسین صاحب اور اولاد و بھتیجوں اور بھانجوں کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ بحق النبی و آلہ۔

❷ جناب مظہر حسین خان ولد مشتاق احمد گشکوری بستی گورمانی ضلع لیہ میں رضائے الہی سے وفات پا گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

❸ حاجی ملک محمد علی شیعہ میانی کے والد رضائے الہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

❹ محمد سبطین صاحب میانوالی کے والد رضائے الہی سے وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

❺ حاجی صفدر حسین گھچیلا کی والدہ رضائے الہی سے وفات پا گئی ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

❻ حاجی ملک صالح محمد صاحب جوئیہ ضلع خوشاب وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

❼ تصور حسین صاحب آف حسین شاہ کی والدہ رضائے الہی سے وفات پا گئی ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

❽ شیخ الجامعہ علامہ اختر عباس اعلی اللہ مقامہ کا پوتا جو ان کا ہمنام بھی تھا، اختر عباس کوٹ ادو میں نہر میں ڈوب کر جاں بحق ہو گیا، مرحوم نوجوان اور خوش اخلاق و اطوار تھا، اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

❾ مقبول حسین آف جہانیاں شاہ کے برادر نسبتی آف سدھرانہ ضلع سرگودھا رضائے الہی سے وفات پا گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

❿ موضع آ کی ضلع سرگودھا کے ملک مشتاق حسین اور ملک فدا حسین رضائے الہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

⓫ غلام عباس ہو محمد سبطین علیزہ ٹیلر والے میانوالی کے والد رضائے الہی سے وفات پا گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

⓬ جناب غلام احمد جوائیہ ولد حاجی محمد شیر مہدی والا

باقی صفحہ ۸ پر

اھلِ ایمان کے لیے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منظرِ شہود پر آچکی ہیں۔

1. **فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن** کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ **مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے۔**
2. **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال و عبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک **جملہ بدنی بیماریوں** کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منظرِ شہود پر آگئی ہے۔
3. **اعتقادات امامیہ** ترجمہ **رسالہ لیلیہ** سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں **نہایت اختصار و** ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے **کام انفرادی** اور اجتماعی اعمال و عبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذبِ نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے۔
4. **اثبات الامامت** ائمۂ اثناعشر کی امامتؑ خلافت کے اثبات پر عقلی و نقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن۔
5. **اصول الشریعۃ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔
6. **تحقیقات الفریقین** اور
7. **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔
8. **قرآن مجید مترجم** اردو مع **خلاصۃ التفسیر** منظرِ شہود پر آگئی ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لیے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی **تفسیروں سے بے نیاز** کر دینے والا ہے۔
9. **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرھویں جلد بہت جلد بڑی آب و تاب کے ساتھ قوم کے مشتاق **ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔**
10. **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان و شکوہ کے ساتھ منظرعام پر آگیا ہے۔

منجانب: **منیجر مکتبۃ السبطین**

9/296 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

Registered No. (G) H.C/722

یوم عرفہ

امام حسین علیہ السلام کی دعا سے ایک اقتباس

پروردگار میرے گناہوں سے تیرا کوئی نقصان نہیں ہے اور مجھے معاف کر دینے سے تیرے یہاں کوئی کمی نہ پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا جس چیز سے تیرے یہاں کمی کا خطرہ نہیں ہے وہ دیدے اور جس چیز سے تیرا نقصان نہیں ہے اسے معاف کر دے۔

خدایا میری برائیوں کی وجہ سے مجھے اپنی نیکیوں سے محروم نہ کرنا اور اگر میری زحمت و مصیبت اور میرے رنج و الم پر رحم نہیں بھی کرنا تو کم از کم مجھے مصیبت زدگان اور آفت رسیدوں کا اجر ہی دیدے۔